۲۵ر دسمبر ۱۹۰۲ء

الہام الٰہی

ظہر سے پہلے حضرت حجۃ اللہ نے اخبارات کا الہام سنایا جو یہ ہے

انی صادق صادق سیشہد اللّٰہ لی

دربار شام

اول - حضرت حجۃ اللہ کے حضور ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب اسسٹنٹ سرجن بیکپر کا حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے تعارف کرایا - اور پھر **اللوا** کے متعلق بعض تذکرہ ہوتے ہوئے عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد کہ فرمایا کہ ہمارے لئے تو جو کوئی کچھ لکھتا ہے خواہ وہ کچھ ہی لکھے ہمارے لئے خیر کا باعث ضرور ہو جاتا ہے اب دیکھو اگر اللوا کچھ نہ لکھتا تو یہ مضمون لکھنے کی تحریک کیونکر ہوتی - ان تحریکوں سے یہ رسالہ طیار ہو گیا ہے اور اُمید ہے کہ بہت سعید الفطرت لوگ اس سے فائدہ اُٹھائیں گے۔

خر عیسیٰ اگر بمکہ رود — چوں بیاید ہنوز خر باشد } بعض مرتد لوگوں کے پھر مسلمان ہونے کے تذکرہ پر فرمایا کہ اکثر لوگ تبدیل مذہب محض اکل و شرب کے لئے کرتے ہیں انکو اسلام کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہوتی - خصوصاً وہ لوگ جو عیسائیت کی آزادانہ زندگی بسر کر چکے ہوں انسے اسلام کی پابندیاں ہونا بہت ہی مشکل ہے البتہ جو سعید الفطرت ہیں وہ اس سے الگ ہیں حقیقت اسلام کی طرف دیکھا جاوے تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ جو لوگ بدکار ہیں اور جنکے رگ و ریشہ میں فسق و فجور رچا ہوا ہے وہ ہمارے کام کے نہیں ہو سکتے - کیونکہ انکو اسلام کی حقیقت سے کوئی مناسبت اور تعلق نہیں ہمارے کام کے تو وہ لوگ ہو سکتے ہیں جو اسلامی احکام کی پابندیوں کا بوجھ اُٹھا سکیں - اور تقویٰ و طہارت سے تزکیہ نفس کریں اس لئے بہت بھرتی ہونے کی کوئی ضرورت نہیں - پس کوئی ایسا شخص خواہ وہ ہندو ہو یا عیسائی اگر ہمارے پاس آتا ہے اور اسکی خواہشوں میں گند بھرا ہوا ہے کہ جب ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم } ذکر کرتا ہے دنیا کا اور نفسانی اغراض کا وہ ہمارے مطلب کا کیسے ہو سکتا ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی اکرام متقی ہی کا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم - یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز و مکرم وہی ہے جو متقی ہے - پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کے نزدیک جو مکرم ہے وہی ہمارے نزدیک مکرم ہو سکتا ہے - اور وہ متقی ہوتا ہے اسکے سوا منافق - ہم اپنی جماعت کے لئے یہی چاہتے ہیں کہ وہ تقویٰ میں ترقی کرے اور اگر باہر سے کوئی آوے تو وہ ایسا ہونا چاہیئے جو متقی بننا چاہتا ہو - ورنہ بدنام کرنے والا نہ ہو -

ازاں بعد مفتی محمد صادق صاحب نے کیا مسیح خدا تھا؟ کے نام سے ایک یونی ٹیرین کا رسالہ سنایا اسکا اقتباس ہم پھر کسی وقت دینگے انشاء اللہ العزیز۔

اور اس اثنا میں ایک پنڈت صاحب نے آکر بڑے اخلاص سے نیاز حاصل کیا حضرت اقدس بھی بڑے تلطف اور کرم سے جیسا کہ آپ کا ہمیشہ سے معمول ہے پیش آئے پنڈت صاحب شوق سے وہ رسالہ سنتے رہے - پھر نماز عشاء ہو کر اجلاس ختم ہوا۔

۲۶ر دسمبر کی روئداد الگ زیر عنوان

ای سیک افٹر ڈیتھ

شائع ہوئی ہے

۲۷ر دسمبر ۱۹۰۲ء

دربار شام

فرمایا - ہماری جماعت کو لازم ہے کہ جو امور ایسے ہوں کہ انکی سمجھ میں نہ آئیں تو انکو اپنی جگہ کوئی رائے انکے متعلق ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں بجائے اس کے کہ وہ پس پشت رائے زنی کریں ہم سے دریافت کر لیا کریں کیونکہ یہ طریق خطرناک ہے کہ ایک بات سمجھ میں نہ آئی اور پھر اسپر رائے زنی کرنے لگیں - اس سے اعمال کے حبط ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

ہمارا سارا کاروبار اللہ ہی کیلئے ہے - اور کوئی امر ایسا نہیں ہوتا جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود نہ ہو -

اسکے بعد لاہور کے پادری گریس وولڈ کا ایک پمفلٹ مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے پڑھ کر سنایا - اس رسالہ پر امید کی جاتی ہے کہ ریویو آف ریلیجنز میں کوئی نوٹس لیا جاوے لیکن ہم امید کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے توفیق چاہتے ہیں کہ **الحکم** کے مقاصد کے لحاظ سے اسپر **ریویو** کیا جاوے گا

۲۸ر اور ۲۹ر دسمبر کی شام کو بھی یہی رسالہ پڑھا گیا

۲۹ر دسمبر کو رسالہ کے سنانے سے پہلے کسیقدر کلام آپ نے فرمایا وہ ہم محل اور موقع کی مناسبت سے آئندہ کسی وقت دیں گے۔

۲۸ر دسمبر ۱۹۰۲ء

"غیر معمولی ملاقات"

قبل دوپہر حضرت اقدس کے حضور بعض احباب کو شرف قدم بوسی حاصل ہوا - جناب ابو سعید عرب صاحب نے اپنے بعض احباب کا تذکرہ کیا اور گونہ افسوس ظاہر کیا کہ انکو اس سلسلہ کی آگاہی اور اطلاع نہیں - حضرت اقدس حجۃ اللہ نے اس تحریک پر ایک مختصر سی تقریر فرمائی ہم بعد میں پہونچے تھے تاہم ابھی سلسلہ تقریر شروع ہی ہوا تھا - ہم نے ایسے طرز پر اسکو قلمبند کیا ہے کہ سلسلہ ناتمام نظر نہ آئیگا انشاء اللہ العزیز (ایڈیٹر)

دنیا دار العجب } فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو دار العجب رکھا ہے کچھ چھپایا ہے کچھ ظاہر کیا ہے اسنے دنیا میں اپنے اور رسول بھیجے مگر دنیا نے چھپایا - اس نے کتابیں اور شریعتیں نازل کیں مگر کسی نے ان کتابوں کو اترتے نہیں دیکھا - نبیوں کی معرفت پیشگوئیاں کیں بعض انہیں سے پوری ہو گئیں اور کچھ باقی رہ گئیں وہ لوگ جنکی نظر دنیا کی سطح سے اوپر نہیں جاتی انہوں نے ان باتوں کو

۲۸ دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء

غیر معمولی ملاقات

قبل دوپہر حضرۃ اقدس کے حضور بعض احباب کو شرف قدمبوسی حاصل ہوا۔ جناب **ابو سعید عرب صاحب** نے اپنے بعض احباب کا تذکرہ کیا اور افسوس ظاہر کیا کہ انکو اس سلسلہ کی کما حقہ اطلاع نہیں۔ حضرۃ حجۃ اللہ نے اس تحریک پر ایک مختصر سی تقریر فرمائی ہم بعد میں پہونچے تھے تاہم ابھی سلسلہ تقریر شروع ہی ہوا تھا۔ ہمنے ایسے طرز پر اسکو قلمبند کیا ہے کہ سلسلہ ناتمام نظر نہ آئے گا انشاء اللہ العزیز۔ ایڈیٹر

دنیا دار المحجب ہے

فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو دار المحجب رکھا ہے کچھ چھپایا ہے کچھ ظاہر کیا۔ اُسنے دنیا میں اپنے نبی اور رسول بھیجے مگر انکا منہ چھپایا۔ اُسنے کتابیں اور شریعتیں نازل کیں مگر کسی نے ان کتابوں کو اُترتے ہوئے نہیں دیکھا۔ نبیوں کی معرفت پیشگوئیاں ہیں بعض انمیں سے پوری ہو گئیں اور کچھ باقی رہ گئیں وہ لوگ جن کی نظر دنیا کے نیچے سے اوپر نہیں جاتی انھوں نے ان باتوں کو دیکھ کر اعتراض کیا اور کہدیا کہ فلاں بات پوری نہیں ہوئی مگر انہیں اللہ تعالیٰ کی اس سنت پر اطلاع نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا کیوں کیا؟ کہ تا ایمان داروں اور جلد بازوں میں امتیاز ہو۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہو کہ جو کچھ قیامت کو کرنا ہے وہ ابھی دنیا میں کر کے دکھا سکتا تھا۔ کیونکہ وہ علیٰ کل شیء قدیر ہے مگر پھر ایمان ایمان نہ رہتا۔ اور نہ اسکے ثمرات میسر ہوتے۔ جو لوگ ایمان کی حقیقت سے ناواقف ہیں اور اسکو نہیں سمجھ سکتے وہ ایسا اعتراض کرتے ہیں۔ ایمان کی حقیقت کچھ نہ کچھ مخفی رہنا ضروری ہے۔

شقی اور سعید

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے منھم شقی و سعید یہ دونوں فریق اسی سے بنتے ہیں۔ سعید جلد بازی نہیں کرتے بلکہ حسن ظن اور صبر سے کام لیکر ایمان لاتے ہیں اور جو شقی ہوتے ہیں وہ جلد بازی سے کام لیکر اعتراض کرتے ہیں۔ جو لوگ منہاج نبوۃ کو نہیں چھوڑتے وہ ٹھوکر نہیں کھاتے۔ اور کوئی ایسا اعتراض نہیں کرتے۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ مجھپر کوئی ایسا اعتراض نہیں ہو سکتا جو پہلوں پر نہ ہوا ہو۔ جو کوئی مجھپر اعتراض کریگا وہ دین سے خارج ہو کر اعتراض کریگا۔

عرب صاحب نے حضرۃ حجۃ اللہ کے حضور کا تذکرہ کیا اور کہا کہ میں سنہ [illegible] میں لاہور آیا جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے مجھکو ایک کتاب آپکی تصدیق میں اور ایک مولوی نے آپکی تردید میں دی مگر میں نے دونوں میں سے کسی کو دیکھا نہیں اور پھر واپس مجھے کہا گیا کہ قادیان آؤں مگر میں نہ آیا اور اب خدا کی شان ہے کہ وہ بتقدیر فاصد ہو (رنگون) مجھے لایا اور اسقدر خرچ کثیر کے بعد مجھے آنا پڑا۔

نماز کی بیذوقی اور ذوق۔

عرب صاحب نے عرض کیا کہ میں نماز پڑھتا ہوں مگر دل نہیں لگتا۔ فرمایا جب خدا کو پہچان لوگے تو پھر نماز ہی نماز میں رہوگے دیکھو یہ بات انسان کی فطرۃ میں ہے کہ خواہ کوئی ادنی سی بات ہو جب اسکو پسند آجاتی ہے تو پھر دل خواہ مخواہ اسکی طرف کھینچا جاتا ہے اسی طرح پر جب انسان اللہ تعالیٰ کو شناخت کر لیتا ہے اور اس کے حسن و احسان کو پسند کرتا ہے تو دل بے اختیار ہو کر اسی کیطرف دوڑتا ہے اور بیذوقی سے ایک ذوق پیدا ہو جاتا ہے۔ اصل نماز وہی ہے جسمیں خدا کو دیکھتا ہے۔ اس زندگی کا مزہ اسی دن آسکتا ہے جبکہ سب ذوق اور شوق سے بڑھ کر جو خوشی کے سامانوں میں مل سکتا ہے تمام لذت اور ذوق دعا ہی میں محسوس ہو۔ یاد رکھو کوئی آدمی کسی موت و حیات کا ذمہ وار نہیں ہو سکتا خواہ راتکو موت آجاوے یا دن کو۔ جو لوگ دنیا سے ایسا دل لگاتے ہیں کہ گویا کبھی مرنا ہی نہیں وہ اس دنیا سے نامراد جاتے ہیں وہاں انکے لیے خزانہ نہیں ہو جس سے وہ لذۃ اور خوشی حاصل کر سکیں۔

انسان جس لذۃ کا خوگر ہو اور عادی ہو جب اس سے چھڑائی جاوے تو وہ ایک دکھ اور درد محسوس کرتا ہے اور یہی جہنم ہے لیکن جو ساری لذتیں دنیا کی چیزوں میں محسوس کرنیوالا ہو تو یکدفعہ یہ ساری لذتیں تو چھوڑنی پڑینگی پھر وہ سیدھا جہنم میں جاویگا لیکن جس شخص کی ساری خوشیاں اور لذتیں خدا میں ہیں اسکو کوئی دکھ اور تکلیف محسوس نہیں ہو سکتی۔ وہ اس دنیا کو چھوڑتا ہے تو سیدھا بہشت میں ہوتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ دل اللہ کے اختیار میں ہے جسوقت چاہتا ہے دلمیں یہ بات ڈالدیتا ہے اور اسکو سمجھ آجاتی ہے کہ سچا سرور اور خوشحالی اسمیں ہے کہ خدا کو پہچانا جاوے۔ دیکھو میں اسوقت یہ بات تو کرتا ہوں مگر میرے اختیار میں یہ بات نہیں ہے کہ دل تک اسکو پہنچا بھی دوں یہ خدا ہی کا کام ہے جو دلوں کو زندہ کرتا ہو اور ہدایت کرتا ہے۔ باقی تمام جوارح آنکھ۔ ہاتھ وغیرہ جیسے ہیں جو انسان کے اختیار میں ہیں مگر دل انکے اختیار میں نہیں ہے اسوقت تک ایمان اسکو نصیب نہیں ہو سکتا جبتک دل مسلمان نہ ہو جاوے اور دل مسلمان نہیں ہوتا جبتک وہ لہو و لعب میں لذۃ حاصل کرتا ہے جب مسلمان ہو جائیگا وہی وقت ہے کہ وہ دوسری جنت میں داخل ہو گیا ہے اور دنیا کی لذتیں اور خوشیاں ایک تلخی کا رنگ دکھائی دیتی ہیں جب یہ حالت ہو تو پھر انسان اپنے آپکو محسوس کرتا ہے کہ میں وہ نہیں رہا ہوں بلکہ اور ہو گیا ہوں پھر دلمیں ایک کشش پاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں لذۃ حاصل کرتا ہے اور ایسی محبت ہو جاتی ہے جیسے کسی بیوی عزیز کو دیکھکر خوش ہوتا ہے یہ اصل جڑ ایمان کی ہے مگر یہ انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ ہم ان باتوں کا نمونہ نہیں بتا سکتے اور الفاظ میں اسکو سمجھا سکتے ہیں کیونکہ الفاظ حقیقت کے قائمقام نہیں ہو سکتے۔ جب یہ حالت آتی ہے تو پھر انسان اپنے گذشتہ زندگی پر حسرت اور افسوس کرتا ہے کہ وہ یونہی ضائع ہو گئی کیوں پہلے ایسی حالت میسر نہ آئی۔ نماز کیا چیز ہے؟ نماز اصل میں

نماز کیا ہے

رب العزۃ سے دعا ہے جسکے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا اور نہ عافیت اور خوشی کا سامان مل سکتا ہو جب خدا تعالیٰ اسپر اپنا فضل کریگا اسوقت اسے حقیقی سرور اور راحت ملے گی اسوقت سے اسکو نمازوں میں لذۃ اور ذوق آنے لگیگا۔ جسطرح لذیذ غذاؤں کے کھانے سے مزہ آتا ہے اسیطرح پھر گریہ و بکا کی لذۃ آئیگی اور یہ حالت جو نماز کی ہے پیدا ہو جائیگی

دیکھا ہے گو ہم اسکی کنہ اور کیفیت بیان نہ کر سکیں مگر یہ سچی بات ہے کہ اسکو علوی ہی سے تعلق ہے بعض امور آنکھوں سے نظر آتے ہیں اور بعض نہیں ہر صورت میں فلسفہ کام نہیں آتا + پس اصل بات یہی ہے کہ ایکوقت ایسی حالت انسان پر آتی ہے کہ وہ محسوس کرتا ہے کہ آسمان سے اسکے دلپر کچھ گرتا ہے جو اسے رقیق کر دیتا ہے اسوقت نیکی کا بیج اسمیں بویا جاوے گا + + + فقط

۲۸ دسمبر ۱۹۰۰ء

غیر معمولی ملاقات

قبل دوپہر حضرۃ اقدس کے حضور بعض احباب کو شرف قدمبوسی حاصل ہوا۔ جناب **ابو سعید عرب** صاحب نے اپنے بعض احباب کا تذکرہ کیا اور یہ افسوس ظاہر کیا کہ انکو اس سلسلہ کی کماحقہٗ اطلاع نہیں۔ حضرۃ حجۃ اللہ نے اس تحریک پر ایک مختصر سی تقریر فرمائی ہم بعد میں پہونچے تھے تاہم ابھی سلسلہ تقریر شروع ہی ہوا تھا۔ ہمنے اسی طرز پر اسکو قلمبند کیا ہے کہ سلسلہ تمام نظر آئے گا انشاء اللہ العزیز۔ ایڈیٹر

دنیا دار المحجوب ہے

فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو دار المحجوب رکھا ہے کچھ چھپایا ہے کچھ ظاہر کیا جو اُسنے دنیا میں اپنے نبی اور رسول بھیجے مگر اپنا مُنہ چھپایا۔ اُسنے کتابیں اور شریعتیں نازل کیں مگر کسی نے ان کتابوں کو اُترتے ہوئے نہیں دیکھا۔ نبیوں کی معرفت پیشگوئیاں کیں بعض انہیں سے پوری ہوگئیں اور کچھ باقی رہ گئیں وہ لوگ جن کی نظر دنیا کے سِفلہ سے اوپر نہیں جاتی بعضوں نے ان باتوں کو دیکھ کر اعتراض کیا اور کہدیا کہ فلاں بات پوری نہیں ہوئی گویا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی مخفی مشیت پر اطلاع نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا کیوں کیا؟ کہ تا ایمان داروں اور جلدبازوں میں امتیاز ہو۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ سب جو کچھ قیامت کو کرنا ہے وہ اسی دنیا میں کر کے دکھا سکتا تھا۔ کیونکہ وہ علیٰ کل شیءٍ قدیر ہے مگر پھر ایمان ایمان نہ رہتا۔ اور نہ اسکے ثمرات میسر ہوتے۔ جو لوگ ایمان کی حقیقت سے ناواقف ہیں اور اسکو نہیں سمجھ سکتے وہ ایسا اعتراض کرتے ہیں۔ ایمان کی حقیقت کچھ نہ کچھ مخفی رہنا ضروری ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے

شقی اور سعید منھم شقی و سعید یہ دونوں فریق اسی سے بنتے ہیں۔ سعید جلد بازی نہیں کرتے بلکہ حسن ظن اور صبر سے کام لیکر ایمان لاتے ہیں اور جو شقی ہوتے ہیں وہ جلد بازی سے کام لیکر اعتراض کرتے ہیں۔ جو لوگ منہاج نبوۃ کو نہیں چھوڑتے وہ ٹھوکر نہیں کہاتے۔ اور کوئی ایسا اعتراض نہیں کرتے۔ میں دعوےٰ سے کہتا ہوں کہ مجھپر کوئی ایسا اعتراض نہیں ہو سکتا جو پہلوں پر نہ ہوا ہو۔ جو کوئی مجھپر اعتراض کریگا وہ دین سے خارج ہوکر اعتراض کریگا۔

عرب صاحب نے حضرۃ حجۃ اللہ کے جذب کا تذکرہ کیا اور کہا کہ میں ۱۸۹۶ء میں لاہور آیا جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے مجھو ایک کتاب آپکی تصدیق میں اور ایک مولوی نے آپ کی تردید میں دی مگر میں نے دونوں دیکھی کو دیدیں اور پھر دا انکی مجھے کہا گیا کہ قادیان آؤں مگر میں نہ آیا اور اب خدا کی شان ہے کہ وہ شخص فاصلہ ہو (رنگون) مجھے لایا اور اسقدر جذب کشش کے سبب مجھے آنا پڑا۔

نماز کی بےذوقی اور ذوق۔

عرب صاحب نے عرض کیا کہ میں نماز پڑھتا ہوں مگر دل نہیں ہوتا۔ فرمایا جب خدا کو پہچان لو گے تو پھر نماز ہی نماز میں رہو گے دیکھو یہ بات انسان کی فطرت میں ہے کہ خواہ کوئی ادنیٰ سی بات ہو جب اسکو پسند آجاتی ہے تو پھر دل خواہ نخواہ اسکی طرف کھینچا جاتا ہے اسی طرح پر جب انسان اللہ تعالیٰ کو شناخت کر لیتا ہے اور اس کے حسن و احسان کو پسند کرتا ہے تو دل بے اختیار ہو کر اسی کیطرف دوڑتا ہے اور بےذوقی سے ایک ذوق پیدا ہو جاتا ہے۔ اصل نماز وہی ہے جسمیں خدا کو دیکھتا ہے۔ اس زندگی کا مزہ اسی دن آسکتا ہے جبکہ سب ذوق اور شوق سے بڑھ کر جو خوشی کے سامانوں میں مل سکتا ہے تمام لذت اور ذوق دعا ہی میں محسوس ہو۔ یہ یاد رکھو کوئی آدمی کسی موت و حیات کا ذمہ وار نہیں ہو سکتا خواہ راتکو موت آجاوے کو یاد نکو۔ جو لوگ دنیا سے ایسا دل لگاتے ہیں کہ گویا کبھی مرنا ہی نہیں وہ اس دنیا سے نامراد جاتے ہیں وہاں انکے لیے خزانہ نہیں ہوتا جس سے وہ لذۃ اور خوشی حاصل کر سکیں۔

انسان جس لذۃ کا خوگرفتہ اور عادی ہو جب اس سے چھڑائی جاوے تو وہ ایک دکھ اور درد محسوس کرتا ہے اور یہی جہنم ہے پس جبکہ ساری لذتیں دنیا کی چیزوں میں محسوس کرنیوالا ہو تو ایکدن یہ ساری لذتیں تو چھوڑنی پڑینگی پھر وہ سیدھا جہنم میں جاویگا لیکن جس شخص کی ساری خوشیاں اور لذتیں خدا میں ہیں اسکو کوئی دکھ اور تکلیف محسوس نہیں ہو سکتی۔ وہ اس دنیا کو چھوڑتا ہے تو سیدھا بہشت میں ہوتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ دل اللہ کے اختیار میں ہے وہ جسوقت چاہتا ہے دلمیں یہ بات ڈالدیتا ہے اور اسکو سمجھ آجاتی ہے کہ سچا سرور اور خوشحالی اسمیں ہو کہ خدا کو پہچانا جاوے۔ یکھو میں اسوقت یہ بات تو کرتا ہوں مگر میرے اختیار میں یہ بات نہیں ہو کہ دلوں تک اسکو پہنچا بھی دوں یہ خدا ہی کا کام ہے جو دلوں کو زندہ کرتا ہو اور پیدا کرتا ہو۔ باقی تمام جوارح آنکھ۔ ناک وغیرہ ہیں جو انسان کے اختیار میں ہیں مگر دل انکو اختیار میں نہیں ہے اسوقت تک اپنے آپکو مسلمان نہیں سمجھنا چاہیے جبتک دل مسلمان نہ ہو جاوے دل مسلمان نہیں ہوتا جبتک وہ لہو و لعب سے لذۃ حاصل کرتا ہو اسکے مسلمان ہونیکا وہی وقت ہے جب وہ دنیوی حیثیت سے دل برداشتہ ہو گیا ہے اور دنیا کی لذتیں اور خوشیاں اسکی تلخی کا رنگ دکھائی دیتی ہیں جب یہ حالت ہو تو پھر انسان اپنے آپکو محسوس کرتا ہے کہ میں وہ نہیں رہا ہوں بلکہ اور ہو گیا ہوں پھر دلمیں ایک کشش پاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں لذۃ حاصل کرتا ہے اور ایسی محبت اسکو نماز سے ہو جاتی ہے جیسے کسی اپنے عزیز کو دیکھکر خوش ہوتا ہے یہ ہے اصل جڑ ایمان کی مگر یہ انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ ہم اس بات کا نمونہ نہیں بتا سکتے اور نہ الفاظ میں اسکو سمجھا سکتے ہیں کیونکہ الفاظ حقیقۃ کے قائمقام نہیں ہوتے۔ جب یہ حالت آتی ہے تو پھر انسان اپنے گذشتہ زندگی پر حسرت و افسوس کرتا ہے کہ وہ یونہی ضائع ہوگئی کیوں پہلے ایسی حالت مجھپر نہ آئی۔

نماز کیا ہے

نماز کیا چیز ہے؟ نماز اصل میں رب العزۃ سے دعا ہے جسکے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا اور نہ عافیت اور خوشی کا سامان مل سکتا ہو جب خدا تعالیٰ اسپر اپنا فضل کریگا اسوقت اسے حقیقی سرور اور راحت ملے گی اسوقت سے اسکو نماز میں لذۃ اور ذوق آنے لگیگا۔ جسطرح لذیذ غذاؤں کے کھانے سے مزہ آتا ہے اسیطرح پھر گریہ و بکا کی لذۃ آئیگی اور یہ حالت جو نماز کی ہو پیدا ہو جائیگی

لیے کہ ہم اسکی کنہ اور کیفیت بیان نہ کر سکیں مگر یہ سیدھی بات ہے کہ اسکو علم ہی سے تعلق ہے بعض امور آنکھوں سے نظر آتے ہیں اور بعض نہیں ہر صورت میں فلسفہ کام نہیں آتا + پس اصل بات یہی ہے کہ جسوقت ایسی حالت انسان پر آتی ہے کہ وہ محسوس کرتا ہے کہ آسمان سے اس کے دل پر کچھ گراہے جو اسے رقیق کر دیتا ہے اسوقت نیکی کا بیج اسمیں بویا جاوے گا + + + فقط

دار الامان میں دسمبر کا آخری ہفتہ

دسمبر کے آخری ہفتہ میں اجتماع کا آغاز۔

غالباً ۱۸۹۱ء کے دسمبر کا آخر ہفتہ وہ پہلا ہفتہ ہے جب سے کہ اس تقریب پر احباب کے مجمعوں کا آغاز دار الامان میں شروع ہوا۔ گویا اس لحاظ سے ہم زمانہ کے عرفی الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا پہلا سالانہ اجلاس دسمبر ۱۸۹۱ء میں ہوا۔ اس جلسہ پر کل ۷۵ کے قریب دوست جمع ہوئے تھے اور صرف اسقدر ہی کارروائی ہوئی کہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کو بعد نماز ظہر رسالہ آسمانی فیصلہ حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب نے پڑھ کر سنایا۔

آئندہ کے لیے جلسہ کا انعقاد۔

آئندہ کے لیے حضرت حجۃ اللہ جری اللہ فی حلل الانبیاء نے تجویز کیا کہ انھیں تاریخوں میں احباب جمع ہوا کریں چنانچہ اس تجویز کے مطابق ہر سال باوجود بہت سی قدرتی روکوں کے بھی یہ جلسے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ترقی کے ساتھ ساتھ ترقی کرتے گئے۔ یہاں تک کہ ان دنوں میں گذشتہ سالوں میں باوصفیکہ طاعون کی وجہ سے بہت سی رکاوٹیں اور مشکلات سفر میں پیدا ہو گئیں تھیں لیکن پھر بھی بسا اوقات یہ اجتماع ہزاروں انسانوں کے مجمع تک پہنچ گیا۔ اور کرسمس تعطیلات کے علاوہ عیدین پر بھی بڑے بڑے مجمعے ہونے لگے۔

ان مجمعوں کی غرض کیا تھی؟

یہ جلسے کس غرض کے لیے منعقد کیے جاتے تھے اور کیے جاتے ہیں؟ یہ ایک سوال ہے جسکا جواب گو ہمارے ناظرین الحکم کو ایک حد تک معلوم ہی ہو مگر ان لوگوں کے لیے جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اغراض و مقاصد سے ہنوز ناواقف ہیں یا جنہیں اس سلسلہ کے متعلق غلط بیانیاں کی گئی ہیں ان پاک اغراض کو جو ان جلسوں سے رکھی گئی تھیں بیان کرنا ضروری ہے اور بجائے اس کے کہ ہم اپنے الفاظ میں ان امور کو بیان کریں بہتر اور مناسب ہوگا کہ خود اس سلسلہ کے پیشوا اور امام ہی کے الفاظ میں اسکو بیان کر دیا جاوے۔

تمام مخلصین داخلین سلسلہ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولیٰ کریم اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آجاوے اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو لیکن اس غرض

بیعت کی غرض

کے حصول کے لیے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے تا اگر خدا تعالیٰ چاہے تو کسی برہان یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دور ہو۔ اور یقین کامل ہو کر ذوق اور شوق اور ولولہ عشق پیدا ہو جاوے سو اس بات کے لیے ہمیشہ فکر رکھنا چاہیے۔ اور دعا کرنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ یہ توفیق بخشے اور جب تک یہ توفیق حاصل نہ ہو کبھی کبھی ضرور ملنا چاہیے

بیعت کیونکر بابرکت ہو

کیونکہ سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پروا نہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی چونکہ ہر ایک کے لیے بباعث ضعف فطرت یا کمی مقدرت یا بعد مسافت یہ میسر نہیں آسکتا کہ وہ صحبت میں آکر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اٹھا کر ملاقات کے لیے آوے کیونکہ اکثر دلوں میں ابھی ایسا اشتعال شوق [illegible] ملاقات کے لیے بڑی بڑی تکالیف اور بڑے بڑے حرجوں کو اپنے پر روا رکھ سکیں لہذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسہ کے لیے مقرر کیے جاویں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرط صحت و فرصت و عدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں سو میرے خیال میں بہتر ہے کہ وہ تاریخ ۲۷ دسمبر سے ۲۹ دسمبر تک قرار پائے یعنی آج کے دن کے بعد جو ۳۰ دسمبر ۱۸۹۱ء ہے آئندہ اگر ہماری زندگی میں ۲۷ دسمبر کی تاریخ آجاوے تو حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کے سننے کے لیے اور دعا میں شریک ہونے کے لیے اس تاریخ پر آجانا چاہیے اور اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لیے ضروری ہیں اور نیز ان دوستوں کے لیے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کی جاوے گی کہ خدا تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لیے قبول کرے اور پاک تبدیلی ان میں بخشے اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک نئے سال میں جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کا منہ دیکھ لیں گے اور روشناسی ہو کر آپس میں رشتہ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اس جلسہ میں اس کے لیے دعائے مغفرت کی جاوے گی اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لیے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کے لیے بدرگاہ حضرت عزّ اسمہ جل شانہ کوشش کی جاوے گی اور اس روحانی جلسہ میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے جو وقتاً فوقتاً

ظاہر ہوتے رہیں گے"
غرض ان مطالب اور مقاصد کو ملحوظ
خاطر رکھکر حضرۃ اقدس نے اس جلسہ کی
بنیاد رکھی تھی اور آج ہم خدا تعالیٰ کے
فضل و کرم سے **بارھویں سالانہ**
جلسہ کے حالات سے ناظرین الحکم کو آگاہ کیا
چاہتے ہیں۔
خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمکو یہ توفیق سنہ ۱۹۰۰ء
سے ملی کہ ہم ان جلسوں کی روئداد کو شائع کریں
چنانچہ سنہ ۱۹۰۰ء کے جلسہ کی روئداد ایک مبسوط
رپورٹ کی صورت میں جو ۱۲ جزو کی ایک مبسوط
کتاب ہے پہلی رپورٹ شائع ہوئی۔ پھر پارسال
بسال اس مقصد کے پورا کرنیکا ذریعہ الحکم
ہی کو قرار دیا گیا۔

جلسہ کی ممانعت

بعض لوکل اور پراونشل ضرورتوں کے
لحاظ سے خصوصاً طاعون کے
عام انتشار کیوجہ سے اس سال
حضرۃ حجۃ اللہ نے گذشتہ سال کیطرح قرین مصلحت
سمجھا کہ عام اژدحام کو روکدیا جاوے چنانچہ ۱۰
دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء کے الحکم میں اعلیٰ حضرۃ کیطرف سے
ایک اعلان بطور ضمیمہ کے شائع ہو چکا ہے لیکن با
اینہمہ احباب کا اس تقریب پر جمع ہو جانا ایک ایسی
غیر معمولی بات نہیں رہی ؛ اسلیے باوجود
ممانعت کا اعلان جاری ہونے کے بھی احباب
کی آمد ۲۴ دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء سے شروع ہو گئی۔

۲۴ دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء

۲۴ دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء کو وزیرآباد
اور جموں سے بعض احباب
تشریف لے آئے آج کوئی
غیر معمولی کارروائی نہیں ہوئی بلکہ جس قدر
الحکم کی گذشتہ ڈائری میں دیا گیا ہے وہی آج کی کارروائی

۲۵ دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء

آج سیالکوٹ جہلم اور لاہور سے اکثر احباب
بھیرہ سے آنیوالی جماعت میں ہم جناب
ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب اسسٹنٹ سرجن کو
انٹروڈیوس کرتے ہیں عشاء سے پہلے مولوی عبدالکریم
صاحب نے ڈاکٹر صاحب کو حضرۃ اقدس کی خدمت میں پیش کیا
اور بتایا کہ ڈاکٹر صاحب ایک وجیہ نوجوان ہیں جن
سلسلہ کے ساتھ سچا اخلاص رکھنے والے اور دینی خدمات میں
جوش سے حصہ لینے والے ہیں۔ سیالکوٹ سے آنیوالوں میں مکرم
میر حامد شاہ صاحب تھے۔ آج بھی کوئی غیر معمولی
کارروائی نہیں ہوئی۔ قبل نماز عشاء جو ہوا وہ ہم ڈائری
کے سلسلہ میں دینگے۔ ۲۶ دسمبر تک کوئی بات نہیں
اسلیے ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں ✚

انانیت اور صدیقیت

یہ ایک خطبہ کا خلاصہ ہے جو دوسری
جنوری سنہ ۱۹۰۳ء کو حضرۃ مولانا مولوی
عبدالکریم صاحب نے پڑھا

فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم
بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِندَهُم مِّنَ الْعِلْمِ
وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ

ان آیتوں میں ایکبات ہے جو حجابات کی جڑ ہے
کہ کسطرح انسان ان نعمتوں کا جو اللہ تعالیٰ
کے ماموروں اور مرسلوں کے رنگ میں آتے
ہیں انکار کرتا ہے باوجودیکہ اس نعمت کی اشد
ضرورت ہے اور تمام نعمتوں اور فضلوں سے بڑھ کر
یہ وجود ہوتے ہیں پھر وہ کیا بلا اور آفت
ہوتی ہے جو اتنی بڑی عظیم الشان ضرورت
سے نہ صرف انکار کراتی بلکہ مقابلہ پر آمادہ
کر دیتی ہے۔ کتاب اللہ میں غور کرنے سے
معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیڑا جو سعادت کی جڑ کو
کاٹتا ہے وہ انانیت کا کیڑا ہے جب رسول
منکروں کے پاس دلائل اور معجزات لیکر
آئے تو وہ فرحوا بما عندهم من العلم
کے مصداق ہو گئے۔ یعنی جو کچھ ان کے پاس
علم تھا اُس پر ناز کرنے لگے اور خوش ہو گئے۔
اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اپنے ان علوم کو اپنی اس
واقفیت کو معیار ٹھہرا کر راستبازوں کو
پرکھنا شروع کیا ان فرضی اور خیالی کسوٹیوں
پر ماموران الٰہی کیونکر پورے اُترتے نتیجہ
ہوا کہ وہ انکار کر بیٹھے اور ہلاک ہو گئے
سب سے بڑی اور بھاری روک کی چٹان
جو اس راہ میں ہے جس سے بہتوں نے ٹھوکر
کھائی اور جس کا بنیادی پتھر ابلیس نے رکھا
تھا وہ یہی خودی اور انانیت ہے کہ اسنے
کہا انا خیر منه یہ لعنتی سلسلہ کی بنا ہے
جو خلیفۃ اللہ کے مقابلہ میں شروع ہوا ہے
یہی وہ لفظ ہے جس نے اسکو ساری سعادت
مندیوں اور ترقیوں سے روکدیا اور اللہ
تعالیٰ کے قرب کی راہوں سے دور پھینکدیا
اپنے تئیں کچھ سمجھنا یہ ایک ایسی خطرناک زہر
ہے کہ اس کے استعمال کرنے والا کبھی بچ
سکتا ہی نہیں وہ یہی راز تھا جو سارے
نبی اس کبر اور انانیت سے بچنے کی تعلیم
دیتے آئے۔
اس راہ میں (جو اللہ کی راہ ہے) جو شخص سچی
لذۃ حاصل کرنا چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ
کو ملنا چاہتا ہے اور اس کے دل میں تڑپ ہے
کہ اسکا سینہ اللہ کے نور اور فیضان سے معمور ہو
یہ ضروری ہے کہ ہر قسم کے کبر سے پاک ہو۔
یہ اسقدر قسمیں رکھتا ہے کہ گن نہیں سکتے
ان سب سے بڑھ کر خودی اور انانیت ہے
اللہ جل شانہ نے انا خیر منه کہنے والے
کو پسند نہیں کیا بلکہ اسکو ملعون ٹھیرایا اسکے
حضور برگزیدہ قوم وہ ٹھہری جسنے کہا
سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا
إِنَّكَ أَنتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ
مولیٰ کریم! تو ہی اپنی مصلحتوں کو جانتا ہے
ہمکو کیا معلوم ہے کہ تیرا یہ خلیفہ کن اغراض
اور مصالح کے لیے پیدا کیا گیا ہے ہمارا
علم کچھ نہیں ہم تو اسی قدر جانتے ہیں جو
تو نے ہمکو علم بخشا۔ بیشک تو ہی علیم
و حکیم ہے۔
اس قوم کی مانند اس دوسرے متکبر کا بھی
حق ہونا چاہیے تھا کہ وہ اپنی محدود اور
ضعیف ہستی پر نظر کرتا اور خدا کی مشیت
اور خلیفۃ اللہ کی بعثت پر اعتراض کرنے
کے لیے انانیت سے کام نہ لیتا مگر اسنے
انا خیر منه کہکر انانیت کی لعنت کا
ایک سلسلہ شروع کر دیا۔
اس انانیت کے مقابلہ میں ایک اور صفت ہے
جو سعیدوں میں ہوتی ہے وہ **صدیقیت**
کی صفت ہے۔ اس صفت کا عظیم الشان
مظہر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد
میں ایک فرشتہ گذرا ہے جس کا نام ابوبکر
صدیق تھا رضی اللہ عنہ جسکی نظیر اسوقت
تک قائم رہیگی جب تک دنیا میں مادی
اور عقلی کشتی لڑی جاویگی ، اور ہر نظیر کر

سعادتمند کے فرزند ہمیشہ ہمیشہ سبق لیتے رہینگے
ہیں۔ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوی
نبوۃ و رسالۃ پر کسی قسم کی تحقیقات دلائل
نہیں کیا ماللہ اللہ ما علیہ پر بحث
نہیں کیں خلیفۃ اللہ کی دعوۃ جہاں پہونچی
وہیں کہدیا کہ **وہ صادق ہے** ہر ایک
شخص جو غور کرنے والا دل رکھتا ہے
اور ذوق والا دل رکھتا ہے اس معاملہ
میں سوچے۔ ابوبکر کا سر قریش میں بڑا معزز
گن اور دقیقہ رس مانا گیا تھا۔ انساب کے
متعلق جھگڑوں اور مشاجرات میں ابوبکر کی
رائے قطعی ہوتی تھی اور تمام دنیا کے معاملات
میں وہ نظیر ہوشیار اور ذکی تھا ایک ایسے وقت
میں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ قوم اور
برادری کے تعلقات کو یک لخت چھوڑ
کر گویا ایک آگ میں کودنا تھا۔ اور دنیا
کے تمام دکھوں اور تکلیفوں کو برداشت
کرنا تھا وہ ذرا پیش و پس نہیں کرتا اور کہتا
ہے کہ محمد سچا ہے صلی اللہ علیہ وسلم
یہ کیا بات ہے؟ ایکطرف یہ نظیر ہے دوسری
طرف وہ ابلیس موجود ہے جو کہتا ہے
انا خیر منہ۔

بات یہی ہے کہ صدیق نے انانیت کو
دور کر دیا اور خلیفۃ اللہ کے مقابلہ میں اپنی
ہستی کو محض لاشئے سمجھا اور کالمیت ہو کر
داعی کے امر کو قبول کیا جس سے عظیم الشان
صدق کی روح اسمیں نفخ ہوئی۔ جب تک
مامور و مرسل کے مقابلہ میں کوئی اس صدیقی
رنگ کو اختیار نہیں کرتا وہ اپنے سینہ کو
اس نور سے نہیں بھر سکتا جو خدا کی یہ قوم
لیکر آتی ہے۔

ہمارے زمانہ میں جب خلیفۃ اللہ نے
ارض اللہ بولا ہے تو بہت سی ملک صدیقی
مشرب انسان بول اٹھے کہ یہ آسمان
دعوی ہے اس سے بھی بڑا دعوی تو ہمیں ماننے
میں کوئی عذر نہیں میرے مکرم مخدوم مولوی نورالدین
صاحب شروع دعوے میں ایک شخص نے کہا کہ مرزا جی نے
مسیح موعود ہونیکا دعوی کیا ہو آپکے فوراً شوق صدیقیت بول اٹھا
دعوی بھی کرے تو ماننے کو طیار ہوں گو
ابر بہیری کیطرح منکا تر دلائل ہوتے ہیں
مگر واللہ اسوقت جب **نورالدین** نے
مانا تو دعوی ہی دعوی تھا دلائل بالکل
مخفی تھے۔ مگر مجھے عجیب ذوق آتا ہے
کہ ایک طرف یہ صدیقی مشرب انسان بولا
تسلیم کرتا ہے دوسری طرف ایک دوسرا شخص
ہے جو کہتا ہے کہ اوہو افسوس منشی ہے
ہمنے اسکو اونچا کیا اور ہم گر لیٹینگے

اس **انا** کے تمرد نے ہم نے اسکو اسفل
السافلین میں گرا دیا اور یہ **خلیفۃ اللہ**
ملائکہ کا مسجود ہو کر رہا۔ وہ تم کہنے والا
اس لعنت اور نوسے اس ذوق اور سرور
سے جو اس کے دربار میں اس کے کلام اور صحبت
سے ملتا ہے محروم ہو گیا۔

غرض یاد رکھو سب سے بڑی روک انانیت
ہے جو صدیقیت کے نور سے محروم کر دیتی
ہے اس لیے ہر ایک شخص کو جو چاہتا ہے کہ
وہ معرفۃ اور بصیرۃ میں ترقی کرے اللہ تعالی
کے فیضان اور انوار کو حاصل کرے ضروری
ہے کہ وہ اپنے سینہ کو کبر کے ان بتوں سے
صاف کرے کسی گوشہ میں کسی قسم کا ظلم
رکھا ہوا ہو تو وہ اسکو اس خلیفۃ اللہ کے
مقابل نکال ڈالے۔ خلیفۃ اللہ کی ہر حرکت
و سکون قول و فعل غرض ہر ادا کے ساتھ پوری
صلح اور آشتی ہو اور کبھی یہ لفظ زبان پر
نہ آنے پاوے کہ

یہ ٹھیک نہیں

جو یہ کہتا ہے اور اس کی کسی ادا پر اعتراض
کرتا ہے وہ یاد رکھے کہ اس کے اندر انانیت کا
خبیث مادہ ہے یہ اگر منارہ کا حکم دیتا ہے
تو ٹھیک ہو کیوں؟ خلیفۃ اللہ ہے مسیح
کا دعوی کرتا ہے مرسل اللہ کہتا ہے باغ کو
گرو رکھتا ہے یا بیٹے کو عاق کرتا ہے سب
ٹھیک ہے کیوں مرسل اللہ ہے؟ پس یاد
رکھو کہ خدا کے فیضان اور علوم حقہ کے وارث
ہونا چاہتے ہو تو اس کی ہر حرکت و سکون سے
کلی آشتی پیدا کرو۔ کوئی رزم اور پیکار ہمارے
دل میں نہ ہو بڑی لعنت مکذبوں پر اسی
سے پڑی فرحوا بما عندهم من العلم
غور کرو کہ اللہ تعالی کی نور اور حکیم کتاب میں
یہ آیات کیوں ہیں؟ اس لیے کہ تا آیندہ کیلیے
یہ سبق اور ہدایت ہو۔ اور ارشاد حاصل کرنے
والوں کے لیے رہنما ہے۔
برادران اللہ تعالی کے فضل کا وقت ہوشیار
اور بہار کی ہو تمکو کہ تم اس نور کے سامنے تنے
اور اس سورج کیطرف تم نے کھڑکیاں کھولدی
ہیں!

اب ہر شخص کو خاتمہ بالخیر کے لیے ڈرنا چاہیئے
کبھی کبھی نفس سے مطمئن نہ ہو یہ بسا اوقات
طرح طرح کی شرارتیں پیش کر دیتا ہے۔ تمکو
چاہیے کہ تمکو خلیفۃ اللہ کے کسی قول و فعل و حرکت
و سکون پر سوتے ہوئے جاگتے ہوئے اٹھتے
بیٹھتے غرض اسی حالت میں کوئی اعتراض نہ ہو
جب یہ حالت پیدا ہو جاویگی تم دیکھوگے کہ سینہ
میں ایک نور اترتا ہے اور نمازوں اور دعاؤں میں
لذت آنے لگتی ہے پھر نیا سلسلہ نیا خدا نظر
آنے لگا۔ میرے دل میں بہت جوش اس قسم کا
ہے اور میں چاہتا ہوں کہ ہم میں سے ہر ایک صدیقی
مشرب ہو سب کے سب اس خلیفہ کے مقابلہ
میں جو اللہ کی مشیئت نافذہ ہے اور حجت قاطعہ ہو
جاہل بن جاؤ۔ اس سے بہتر ہے کہ ہم شیطان ہو کر
اللہ تعالی ہم کو توفیق دے کہ اسکے سامنے ہم طرح
بیٹھیں جیسے کمیں خانہ کے کسی شدت میں سورج
کے وجود کو حقیقۃ سمجھکر اس کے سامنے بیٹھتے
ہیں خدا تعالی ہمارے اخلاق و عادات و تقوی
و طہارۃ و خشیت میں وہ حالت پیدا کرے کہ ہم
اس خلیفۃ اللہ کی دعاؤں کے فیوض کو حاصل
کر سکیں جو نہایت رقت اور گدازش کے ساتھ
ہر روز اوپر چڑھتے ہیں۔ آمین۔

امور منزلیہ

الحمد للہ کہ ۲۶ر دسمبر ۱۹۰۴ء بعد نماز
فجر خاکسار ایڈیٹر الحکم کے گھر میں دوسری
لڑکی (دختر) پیدا ہوئی۔
میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی اسکو دیندار
اور نیک بخت اولاد میرے لیے
بنائے جو قرۃ العین ہو۔
اور وہ اپنی حالت و حیثیت کے لحاظ سے
(عورت ذات) ہو کر والدین کے لیے مبارک
اور سعید ثابت ہو آمین۔
اس عزیزہ کا نام حضرۃ امام علیہ السلام نے
حمیدۃ تجویز فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اسے نیک
اور صالحہ پیدا کرے جو اس کے نام کے لحاظ
سے اسم حمیدہ خاتون ثابت کریں۔ آمین

یسوع مسیح مرقومہ بشپ صاحب لاہور پر ریویو

(نمبر نہم)

مسیح کے جلالی جی اُٹھنے پر ہم اس ریویو کے حسب حال کافی بحث کر چکے ہیں۔ اور زیادہ بسط و شرح سے اس مضمون پر ریویو کرتے ہوئے انشاء اللہ لکھیں گے جو قیامۃ مسیح کے عنوان سے رسالہ ترقی میں طبع ہوا ہے۔

بشپ صاحب فرماتے ہیں کہ انجیل کی کتاب کا لکھنا اسکی شان سے بعید تھا اور اس کام کے واسطے اس کے شاگرد مقرر کیے گئے جنپر وحی ہوئی اور روح القدس کی ہدایت پا کے انھوں نے تمام بنی آدم کی ہدایت و تسلی کے لیے انجیلوں کو قلمبند کر دیا۔"

بشپ صاحب کی عادت ہے یا تو یہ امر دلیل ہے اور یہ سکینڈ نیچر ہو گیا ہے کہ وہ جو دعوے بیان کرتے ہیں اس کی کوئی دلیل پیش نہیں کرتے اور یا انجیل اور عیسائی دین کی تاثیر اسکا سبب ہے کیونکہ یہ کتاب اپنے دعاوی پر کوئی دلیل اپنے اندر سے پیش ہی نہیں کر سکتی ہے بہر حال ہمیں بشپ صاحب نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ مسیح نے خود کوئی انجیل نہیں لکھی اور جو کچھ پیش کیا جاتا ہے وہ مسیح کے شاگردوں نے وحی اور روح القدس کی ہدایت سے لکھا۔

ہمکو اس امر کی زیادہ تنقیح کی یہاں ضرورت نہیں کہ بشپ صاحب اپنے اس دعوی میں کہانتک سچے ہیں کیونکہ خود انکا بلا دلیل ہونا ہی پیش کرنا اُن کی کمزوری کا نشان ہے لیکن مختصر طور پر اتنا کہہ دینا ضروری ہے کہ انکا یہ دعوی عیسائیوں کے عام مسلمات اور انجیل کے بھی خلاف ہے قطع نظر ان حوالجات اور ریفرنسز کے جو ہم اس امر کی تائید میں عیسائی مصنفوں اور مفسرین کی کتابوں سے پیش کر سکتے ہیں لوقا اور مرقس کی بابت عام اعتقاد ہے کہ وہ مسیح کے شاگرد یا حواری نہیں اور وہ ارادہ جو ...

اس کا نام ہے۔ یہ پہلی دلیل ہے بشپ صاحب کے ابطال دعوی پر۔ پھر لوقا خود کہتا ہے کہ جنے جو کچھ لکھا ہے سُن سنا کر لکھا ہے چنانچہ اپنی انجیل کے شروع میں اس امر کا اعتراف کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جنہے ان چیزوں کا حال ان لوگوں سے جو آنکھ سے دیکھنے والے تھے سُنکر لکھا اور پھر یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے ترتیب سے لکھوں۔ ان الفاظ کو پڑھ کر ہر ایک آدمی اس صحیح نتیجہ پر پہونچتا ہے کہ اوّل لوقا نے جو کچھ لکھا سنکر لکھا: **وحی و الہام سے** بیگانہ بشپ صاحب کا دعوی ہے کہ لوقا اپنے آپکو شاگردوں کے زمرہ میں داخل نہیں کرتا۔ سوم لوقا اپنی انجیل سے پہلے کی ساری تصنیفات پر پانی پھیرتا ہے کیونکہ وہ اپنی انجیل کو صحت سے لکھنے کا دعوی کرتا ہے۔ چہارم پہلی تصنیفات کو بے ترتیب قرار دیتا ہے۔

اب بشپ صاحب لوقا کی انجیل کے ان دعاوی کو لیکر ذرا اپنے دعوی کی توزین کر کے دکھا دیں کہ لوقا کو کب الہام ہوا۔ کب اُسنے مسیح کی شاگردی کی ایسا ہی حال مرقس کا ہے اکثر عیسائی مصنفوں نے **بالاتفاق** تسلیم کیا ہے کہ اول مرقس کا پتہ ہی نہیں کہ وہ کون ہے اور ایا سلیکل رکیا رڈ۔ ہیلیس تو دی بائبل سٹنڈی وغیرہ کے مطالعہ سے یہی راز کھلتا ہے کہ مرقس کی انجیل میں آخری بارہ آیات مرتدین کی ہیں۔ کیا وہ آیات الہام سے داخل کی گئیں ہیں۔ مرقس کی انجیل کی تحقیقات پر ہمارے ایک مکرم بھائی شیخ عبدالحق صاحب نے جو تین سال تک عیسائی مقتدا و حمی کی سٹڈی کرتے رہے ہیں لکھا ہے جس میں اس انجیل کی حقیقت کو بڑی صفائی سے کھولا ہے بہتر ہو کہ بشپ صاحب اپنے اس دعوی کی تقدیق میں اس رسالہ کا جواب لکھکر دکھائیں اور عیسائی مصنفوں کے اعتراضات کو اٹھائیں جو اسپر کیے جاتے ہیں۔ ایسا ہی حال متی اور یوحنا کی انجیل کا ہے متی کی انجیل پر بھی ایک رسالہ شیخ صاحب موصوف نے شائع کر دیا ہے۔ یہ دونوں رسالے دفتر الحکم سے مل سکتے ہیں۔

غرض یہ ایک ثابت شدہ صداقت ہے کہ اناجیل مروجہ تو الہام سے لکھی گئی ہیں اور نہ ...

پیرو ہی ہوئی۔ ہم زور کے ساتھ بشپ صاحب کو چیلنج کرتے ہیں کہ اگر وہ اپنے اس دعوی میں سچے ہیں تو **اناجیل ہی سے ثابت کر کے دکھائیں؟**

اور اس ثبوت میں پادری صاحبان نے جو تیغ و سپر عیسوی میں نشانات شناخت رسول کے لکھے ہیں انپر بھی حواریوں کی رسالہ کو ثابت کریں۔ بشپ صاحب اگر ساری عمر بھی یہ کام کرتے رہیں تو وہ عہدہ برآ نہو سکیں گے۔

آخر میں بشپ صاحب یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اوروں کے ساتھ مقابلہ کرنا تو در کنار ہم ذرا دیکھیں کہ اپنی ذات اور کلام کی نسبت جو انکشاف مسیح نے ان آیتوں میں (جنکا حوالہ شروع میں دیا گیا) کیا وہ معقول ہے۔؟

ہم تو مقابلہ کر کے دکہائیں گے کیونکہ ابھی تک ہم صرف ایک پہلو پر بحث کرتے آئے ہیں۔ بشپ صاحب چونکہ مقابلہ میں یسوع کو پورا نہیں اتار سکتے اس لیے موازنہ سے بچنا چاہتے ہیں ہمارے ناظرین جنہوں نے اس ریویو کے گذشتہ آٹھ نمبروں کو پڑھا ہے بخوبی جانتے ہیں کہ جو دعاوی بشپ صاحب نے کیے تھے وہ سب کے سب باطل ثابت ہوئے ہیں اور اب ان کے اس استفہامی فقرہ کا جواب ہم جرات کے ساتھ دیتے ہیں کہ **ہرگز معقول نہیں۔**

پھر بشپ صاحب سوال کرتے ہیں کہ اس سے انسانی جوہر کی اشد ضروریات رفع ہوتی ہیں یا نہیں؟ ہم صاف کہتے ہیں اور ہم نے اس جواب کو مدلل کر کے پہلے دکھا دیا ہے کہ

ہرگز نہیں!

انجیلی یسوع انسانی ضروریات کا ناکمل نمونہ ہے۔ اور وہ زندگی کے کسی پہلو پر ہادی اور رہنما نہیں ہو سکتا۔ خیر بشپ صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ وہ خود ہادی یا معلم کی حیثیت سے اپنے آپکو پیش نہیں کرتا۔ تعجب ہو کہ مسیح کا مشن اُن کے نزدیک کیا ہے؟

اور اگر مناسب اور موزون ہوا تو اسی کے ضمن میں ریورنڈ گرسیوولڈ کے جدید رسالہ پر ریویو کریں گے وما توفیقی الا باللہ۔

ایک خط

کچھ عرصہ ہوتا ہے کہ ایک ڈاکٹر چارلس نام عیسائی مذہب کے عالم امریکہ سے عیسویت پر لیکچر دینے کے لیے لاہور تشریف لائے تھے اور لاہور میں انھوں نے کچھ لیکچر دیے ہمارے مکرم بھائی مفتی محمد صادق صاحب (جو ہمیشہ اس دُھن میں لگے رہتے ہیں کہ کوئی موقع ان کو ملے تو وہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تبلیغ کریں اور اسی وجہ سے دور و دراز تک انکی خط وکتابت کا سلسلہ جاری ہے) نے انکو ایک دعوتی خط لکھا چونکہ وہ خط دلچسپی سے خالی نہیں اسلیے ہم اپنے ناظرین کی واقفیت کے بڑھانے کے لیے ذیل میں درج کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ ایڈیٹر

خط

بخدمت ڈاکٹر چارلس کہتبرٹ ہال صاحب ڈی۔ ڈی۔ بیرو لیکچرر۔

ریورنڈ صاحب - میں نے ایک اخبار میں پڑھا ہے کہ آپ امریکہ سے خاص اس مطلب کے لیے تشریف لائے ہیں کہ اس ملک کے باشندوں کو تجربہ مذہب عیسوی پر چند وعظ کریں۔ میں اس بات کے سمجھنے سے قاصر ہوں کہ وہ کونسا تجربہ مذہب عیسویت ہو سکتا ہے جسکو آپ مذہب عیسوی کی صداقت کے ثبوت میں بطور دلیل کے پیش کر سکتے ہیں اگر اس تجربہ سے آپکی مراد علمی تحقیقات اور ایجاد اور ملکی قوت کی ترقی ہے تو یونان کے بُت پرست اور روما کے ہزارہا دیوتاؤں کے پجاری ان علمی اور ملکی ترقیوں کے باعث اپنے زمانہ کے یہود و نصاریٰ کے مقابلہ میں زیادہ تر سچے مذہب کے پیرو معلوم ہوتے ہیں۔ اور اگر اس تجربہ سے آپ کی یہ مراد ہے کہ یورپ کے عیسائیوں نے تجارت اور دوسرے ذرائع سے بہت روپیہ جمع کر لیا ہے اور یہ اُن کے مذہب کی صداقت کا ایک نشان ہے تو پھر عیسائیت کے معتقدین سیدھے جہنم کو جاتے ہوئے نظر آتے ہیں اگر موجودہ یورپ کی تہذیب مذہب عیسوی کی صداقت کا ثبوت ہے تو پھر پہلے حواری اور خود آپکا خداوند یسوع مذہب عیسوی کا ایک بڑا دشمن نظر آتا ہے۔ اگر عیسائی تجربہ سے آپکا یہ منشا ہے کہ عیسائیوں میں اعلیٰ درجہ کی اخلاقی اور تمدنی خوبیاں پائی جاتی ہیں اور یہ انکے مذہب کی صداقت کا ایک نشان ہے تو یورپ کے موجودہ اخلاق کے متعلق جو سیکڑوں شہادتیں خود اہل یورپ سے ہمکو ملی ہیں ان میں سے صرف دو تین کو میں اسجگہ نقل کرکے دکھاتا ہوں کہ عیسائی تجربہ کیا شہادت دیتا ہے

(۱) ایسی مفلسی - ایسی تباہی - ایسی مصیبت - ایسی جہالت اسجگہ پائی جاتی ہے کہ یہ مقام مجھے ایک آتش فشاں پہاڑ کی چوٹی پر نظر آرہا ہے۔ (۲) تمام عیسائی دنیا قدیم الایام سے آج تک مفلسی - تباہی - بدی اور بدترین درجہ کی گناہگاری میں پڑی ہوئی ہے۔ (۳) لکھوکہا آدمی جو بپتسمہ پا چکے ہیں نہایت ہی خراب قسم کی بدکاری میں اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں (۴) تمام مختلف گرجوں کے افسر ہمکو اطلاع دیتے ہیں کہ قوم مذہب سے بالکل بے پروا ہے اور انجیل انپر اپنا کوئی اثر ڈال نہیں سکتی۔

میں تعجب کرتا ہوں کہ آپ نے اس امر کے واسطے اتنے اتنے وسیع سمندر چیرنے کی تکلیف اٹھائی کہ ہمیں عیسائی تجربہ سے آگاہ کریں۔ جہانتک میں دیکھ سکتا ہوں انجیل میں یسوع کا کوئی بھی ایسا حکم نہیں جو کسی عاقل دور اندیش کے لیے قابل عمل ہو۔ مثال کے طور پر میں یسوع کے چار پانچ احکام کو لیتا ہوں اور یہ پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی دانا انپر عمل کر سکتا ہے۔

اول

یسوع کہتا ہے کہ الزام نہ لگاؤ۔

کیا تم کہ عدالتیں فوراً بند کر دینی چاہییں جج فوراً موقوف کرنے چاہییں۔

دوم

یسوع کہتا ہے کہ کل کا فکر نہ کر

کیا گورنمنٹ کے سارے دفتر جو سالہا سال پہلے امور کا فکر کرتے ہیں سبھی بند کر دینے چاہییں

سوم

یسوع کہتا ہے کہ اپنا خزانہ زمین پر نہ رکھو

کیا تمام سرکاری خزانوں کو آگ لگا دینی چاہیے

چہارم

یسوع کہتا ہے کہ صدقہ پوشیدہ دیا کرو

کیا خیرات کی تمام فہرستیں جو مشنریوں کی اخبار وغیرہ میں چھپتی ہیں کفر سے بھری ہوئی ہیں

پنجم

یسوع کہتا ہے اگر تیرا کوئی کرتہ لے لے تو چوغہ بھی دیدے

کیا جب بوئروں نے ہماری دانا گورنمنٹ سے ٹرنسوال پر جھگڑا کیا تو انکو ساتھ ہی کیپ کالونی بھی دیدینی چاہیے تھی۔

مثال کے لیے یہ باتیں کافی ہوں گی۔ یسوع کے تمام اصول اسی قسم کے ہیں اور اصل بات یہ ہے کہ یہ اصول ایک غریب چھوٹے سے گروہ کے واسطے تھے جو غریب یسوع کے پیچھے ہو لیا تھا۔ یسوع کا کبھی یہ منشا نہ تھا کہ ایک عالمگیر مذہب دنیا میں قائم کرے۔ لیکن عالمگیر مذہب اور شریعت اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب قرآن شریف میں کی ہے جو نبیوں کے خاتم رسولوں کے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور اس پاک کتاب کی چند آیتوں کا ترجمہ اسجگہ نقل کرتا ہوں جس سے آپکو اس عالمگیر شریعت کی عظمت اور شان نظر آجائیگی۔

اول

انکو سزا دینا ضروری ہے جو مخلوق کو تکلیف دیں اور زمین میں فساد کریں۔

دوم

تم اپنا صدقہ پوشیدہ بھی دو اور ظاہر بھی دو

سوم

جو کچھ خدا نے تمہیں دیا ہے انہیں سے خرچ کرو

چہارم

کہدو کہ ایک ہی اللہ ہے وہ بے احتیاج ہے اسکو کسی نے نہ جنا نہ وہ جنتا ہے اور کوئی اسکی مانند نہیں ہے۔

ان دنوں میں بھی خدائے قادر مطلق نے پہلے نبیوں کی مانند ایک نبی مبعوث کیا ہے جسکے ہاتھ پر سیکڑوں معجزات دنیا پر ظاہر ہوچکے ہیں۔ وہ ان سبکو روحانی زندگی عطا کرتا ہے جو حق جوئی کی نیت سے اسکے پاس آتے ہیں۔ میں آپ کو میگزین ریویو آف ریلیجنز کے چند نمبر ایک علیحدہ پیکٹ میں ارسال کرتا ہوں۔ جنکا مطالعہ آپکے اور امریکہ میں آپکے دوستوں کے لیے موجب برکت ہوگا

میں ہوں آپکا خیر خواہ محمد صادق - قادیان ۸ر جنوری ۱۹۰۳ء

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی شایع ہوا

چھوڑوں تو ۲۲ یا ۲۳ جنوری تک واپس قادیان آسکوں گا خاکسار ایڈیٹر

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا مشہور و معروف اور مسلم آرگن

الحکم
قادیان دارالامان

ضرور خرید کر پڑھو

تمام درخواستین شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر و مالک الحکم کے نام آنی چاہئین

علاج طاعون

حضرت اقدس جناب مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوۃ والسلام نے بذریعہ اشتہار جسمین توبہ و استغفار و تقوی و طہارت پر زور دیا گیا ہے ترکیب جدوار خالص کی گولیان اور عرق جسکا نسخہ جناب نے اسی اشتہار مین درج فرمایا ہے طاعون کے لئے استعمال کرنیکا حکم دیا تہا اور خدانخواستہ طاعون کی گلٹی بغل ران یا گردن کے نیچے نمودار ہو تو مرہم طاعون لگائی جاوے سو اس عاجز نے اس اشتہار کے موافق احباب کی سہولت کے لئے گولیان ۔ عرق اور مرہم طیار کی ہے قیمت بہت کم رکھی گئی اس دوا کے فائدے کی نسبت مین اس سے زیادہ کہہ نہین سکتا کہ یہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا تجویز کردہ نسخہ ہے حفظ ما تقدم کے طور پر ضرور استعمال کرین ✦

قیمت ادویہ علاوہ محصولڈاک مندرجہ ذیل ہے
قیمت یکصد گولی ۱۲
عرق شیشی کلان جو تقریبا ایک ماہ کے لئے کافی ہوگی دو چند ۱۲
شیشی خورد ۸ ۱۲
مرہم فی ڈبیہ ۸ ل
پرچہ ترکیب استعمال ہمراہ ادویہ ارسال ہوگا ✦

ڈاکٹر شیخ عبداللہ صاحب سپرنٹنڈنٹ و معالج
بورڈنگ ہوس مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان
دارالامان

المعلن غلام نبی ۔ ۔ ۔ جنوری ۱۹۰۳ء

مرکب جوہر عشبہ مغربی

ان امراض کا عروج بڑے شد ومد سے سلطنت جسم میں تباہی کرنیوالا ہوتا ہے اس کے غروب کرنے کا آلہ اگر کوئی ہے تو جہاں بھی جوہر عشبہ ہے جب بگاڑ خون انتہا درجہ تک پہنچکر خونکو دی کردے تو اسکو کوئی درست کر سکتا ہے تو یہی جوہر عشبہ ہے ۔ یہ مرض کوڑھ ہوتا ہی نہیں بلکہ اسکی وجہ یہ ہے کہ جوہر عشبہ انسان کے خون کو صاف کرنے کے لئے سند حکمائے سلف و خلف کا ہے اس کے پینے والے کا خون گندہ نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ اسکو محافظ صحت کہا جاتا ہے عشبہ مغربی کو میڈیکل ٹیسٹ علیم طب اور حکمائے یقینی علاج سمیت خون سے دور کرنیکا اقرار دیا ہے ۔ یہ جوہر عشبہ جوانی کے جوش غلط کاری سے جب آتشک کا زہر خون کو تباہ کرے ۔ اور گوناگون رنگوں میں ظاہر ہوتا ہو تو اس وقت بھی ایک خاص ہے جسکے استعمال سے وجع مفاصل تیرگی خارش ۔ پھوڑے پھنسی زخموں کا اندمال ۔ خنازیر ۔ ناسور ۔ بھگندر چنبل یا جسم سے چھلکے اتریں یا تبدیل موسم پر جسم پر دھبے ۔ سوکھی خارش چہرہ پر بدنما داغ پیدا ہوتے ہیں تو وہ یہ عرق ہے جو ان کل جلدی بیماریوں سے نجات دیتا ہے سوزاک کے بعد جو ہاتھ پاؤں کے تلوں میں جلن رہتی ہیں ہڈیاں درد کرتی ہوں ریح کا درد عرق النسا اور عورتوں کے رحم بگاڑ اور تلوں کے درد کو بھی دور کرتا ہے ۔

سنون مستحکم دندان

یہ وہ منجن ہے کہ دانتوں کو جلا دیتا ہے بلکہ ہیرے کو ہیرا ہی بنا دیتا ہے انگشت جہاں گیا دانت لگے سوا ہو گیا اس سے دانت موتیوں کی طرح چمکدار اور مضبوط اور صاف ہو جاتے ہیں بدبو دور ہوتی ہے مضبوط مسوڑے سے بیدار رطوبت کا فوراً خون جانا رک جاتا ہے محصولڈاک ہم

حب قبض کشاء

حکماء کا قول ہے کہ قبض اور صحت ایک جگہ اکٹھے نہیں رہ سکتے جنکو وقت پر پاخانہ صاف نہ آئے طبیعت اُن کی پریشان رہتی ہیں درد منہ بدمزہ زبان میلی ان گولیوں کے استعمال سے ورم جگر تلخ قراقر دل کا دھڑکنا جسم کا چڑچڑا پن ہو جانا کثرت تھوک کی شکایت

پتہ ۔ زبدۃ الحکما حکیم ڈاکٹر غلام نبی ایڈیٹر رسالہ حافظ صحت لاہور موچی دروازہ اعوان منزل

صدق اللہ العلام اوحی الی الامام علیہ الصلوٰۃ والسلام حیث قال انہ اوی القریہ لولا اکرام بلک لھلکا لمقام ۔

طاعون عذاب الٰہی ہے

جو خدا تعالےٰ کے مرسل کی تکذیب و انکار کے باعث نمودار ہوتا ہے

روغن نوری یہ روغن امراض وبائیہ خصوصاً طاعون و ہیضہ سے محفوظ رہنے کے لئے عجیب ہے جو سعید لوگ حفظ ماتقدم کے طور پر استعمال کرینگے وہ انشاء اللہ الاسلام بفضل تعالےٰ مبتلائے طاعون و ہیضہ نہ ہونگے کیونکہ اجرام وبائیہ ان کے بدن میں داخل ہوتے ہی ہلاک ہو جائینگے اگر مبتلائے مرض کو دیں تب بھی اس سے بطور بفضل تعالےٰ شفایاب ہو جاویں اس کے استعمال سے جریان متلی قے اسہال پیچش (مروڑ خون آنون کا آنا) خنازیر جاری سوزش سینہ قصور ہضم پیچک ۔ نفث الدم وابتدائے سل درد گوش ناسور خنازیر ۔ زخم آتشک بھگندر پھوڑے پھنسیاں بھڑکے ڈنگ زہر بچھو ۔ زنبور وغیرہ اس قسم کے زخم بہت جلد بفضل تعالےٰ دور ہوتے ہیں ۔ ایسا مرہم الاخر و سفید دوا کم ہو گی قیمت فی شیشی

جوہر آملہ سار مقوی معدہ و دافع تشنگی و باہم مصفی خون دافع خارش و پھوڑے پھنسی وجع مفاصل دو سوریاک وغیرہ قیمت فی شیشی عہ

کشتہ سیمہ یک آتشہ مقوی دماغ و اعصاب قیمت فی چوکی تولہ

کشتہ سیماب مصلح خیر و مصفی خون قیمت فی تولہ محصول بذمہ خریدار

المشتہر

حکیم نور محمد صاحب پروپرائٹر نوری شفاخانہ موکل ضلع لاہور

(انوار احمدیہ پریس قادیان دارالامان)

کلمات طیبات

حضرۃ امام الزمان سلمہ الرحمٰن

۳۱ر اگست سنہ ۱۹۰۱ء کو جناب بابو غلام مصطفیٰ صاحب میونسپل کمشنر وزیر آباد قادیان دارالامان آئے تھے اس تقریب پر حضرۃ حجۃ اللہ علی الارض عم نے بطور تبلیغ حسب ذیل تقریر فرمائی جو الحکم کی اس اور اگلی اشاعتوں میں درج ہوتی ہے

وباللہ التوفیق وھو خیر الرفیق

ایڈیٹر

اصل بات یہ ہے کہ جبتک انسان کسی بات کو خالی الذہن ہو کر نہیں سوچتا اور تمام پہلوؤں پر توجہ نہیں کرتا اور غور سے نہیں سنتا اس وقت تک پرانے خیالات نہیں چھوڑ سکتا اس لیے جب آدمی کسی نئی بات کو سنے تو اسکو نہیں چاہیے کہ سنتے ہی اسکی مخالفت کیلیے طیار ہو جاوے۔ بلکہ اس کا فرض ہے کہ اسکے سارے پہلوؤں پر پورا فکر کرے اور انصاف و دیانت اور سب سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کے خوف کو مد نظر رکھکر تنہائی میں اسپر سوچے۔ میں جو کچھ اسوقت کہنا چاہتا ہوں وہ کوئی معمولی اور سرسری نگاہ سے دیکھنے کے قابل بات نہیں بلکہ بہت بڑی اور عظیم الشان بات ہے یہ میری اپنی بنائی ہوئی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی بات ہے اس لیے جو اسکی تکذیب کے لیے جرأت اور دلیری کرتا ہے وہ میری تکذیب نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب پر دلیر ہوتا ہے۔ مجھے اس کی تکذیب سے کوئی رنج نہیں ہو سکتا البتہ اسپر رحم ضرور آتا ہے کہ نادان اپنی نادانی سے خدا تعالیٰ کے غضب کو بھڑکاتا ہے۔

یہ بات مسلمانوں میں ہر شخص جانتا ہے اور غالباً کسی کو بھی اس سے بیخبری نہ ہوگی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد کو بھیجتا ہے جو دین کے اس حصہ کو تازہ کرتا ہے جسپر کوئی آفت آئی ہوئی ہوتی ہے۔ یہ سلسلہ مجددوں کے بھیجنے کا اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کے موافق ہے جو اس نے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ میں فرمایا ہے۔ پس اس وعدہ کے موافق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کے موافق جو کہ آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے وحی پاکر فرمائی تھی یہ ضروری ہوا کہ اس صدی کے سر پر جس میں سے انیس برس گذر گئے ہیں کوئی مجدد اصلاح دین اور تجدید ملت کے لیے مبعوث ہوتا۔ اس سے پہلے کہ کوئی خدا تعالیٰ کا حجۃ اسکے الہام و وحی سے مطلع ہو کر اپنے آپکو ظاہر کرتا مستعد اور سعید فطرتوں کیلیے ضروری تھا کہ وہ صدی کا سر آجانے پر بہت اضطراب اور بیقراری کے ساتھ اس مرد آسمانی کی تلاش کرتے اور اس آواز کے سننے کے لیے ہمہ تن گوش ہو جاتے جو بشیر یہ مژدہ سناتی کہ میں خدا تعالیٰ کیطرف سے **وعدہ کے موافق آیا ہوں۔**

یہ سچ ہے کہ چودھویں صدی پر اکابران امت کی نظریں لگی ہوئی تھیں اور تمام کشوف اور رؤیا اور الہامات اس امر کیطرف ایما کرتے تھے کہ اس صدی پر آنے والا موعود عظیم الشان انسان ہوگا جس کا نام احادیث میں مسیح موعود اور مہدی آیا ہے مگر میں کہوں گا کہ جب وہ وقت آگیا اور آنے والا آگیا تو بہت تھوڑے وہ لوگ نکلے جنہوں نے اسکی آواز کو سنا۔ غرض یہ بات کوئی نرالی اور نئی نہیں ہے کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد آتا ہے پس اس وعدہ کے موافق ضروری تھا کہ اس صدی میں بھی جو انیس سال تک گذر چکی ہے مجدد آتے۔

اب اس دوسرے پہلو کو دیکھنا بھی ضروری ہے کہ کیا اسوقت اسلام کیلیے کوئی آفات اور مشکلات ایسی پیدا ہو گئی ہیں جو کسی مامور کے لیے داعی ہیں۔ جب ہم اس پہلو پر غور کرتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام پر اسوقت دو قسم کی آفتیں آئی ہیں۔ اندرونی اور بیرونی

اندرونی طور پر یہ حالت اسلام کی ہو گئی ہے کہ بہت سی بدعتیں اور شرک بجائے توحید کے پیدا ہو گئے ہیں۔ اعمال صالحہ کی جگہ صرف چند رسومات نے لے لی ہے۔ قبر پرستی اور پیر پرستی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ وہ بجائے خود ایک مستقل شریعۃ ہو گئی ہے۔ مجھکو بہت تعجب اور حیرت ہوتی ہے کہ مجھکو یہ لوگ کہتے ہیں کہ میں نے نبوۃ کا دعویٰ کیا ہے۔ حالانکہ اس امر کو انہوں نے نہیں سمجھا کہ میں کیا کہتا ہوں۔ مگر [illegible] میں یہ لوگ ہرگز غور نہیں کرتے کہ نبوۃ **کا دعویٰ تو انہوں نے کیا ہے جنہوں نے اپنی شریعۃ بنالی ہے** کوئی بتائے کہ وہ ورد اور وظائف جو سجادہ نشین اور مختلف گدیوں والے اپنے مریدوں کو سکھاتے ہیں یہ ایجاد کیا ہیں؟ یا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعۃ اور سنت پر عمل کرتا ہوں اور ایک نقطہ یا شعشہ بڑھانا کفر سمجھتا ہوں۔

اور ہزار ہا قسم کی بدعات ہر فرقہ اور گروہ میں اپنے اپنے رنگ کی پیدا ہو چکی ہیں۔ تقویٰ اور طہارۃ جو اسلام کا اصل منشا اور مقصود تھا۔ جس کے لیے آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطرناک مصائب برداشت کیں جنکو بجز نبوت کے دل کے کوئی دوسرا برداشت نہیں کر سکتا وہ آج مفقود و معدوم ہو گیا ہے۔ جیل خانوں میں جاکر دیکھو کہ جرائم پیشہ لوگوں میں زیادہ تعداد کن کی ہے زنا۔ شراب اور اتلاف حقوق اور دوسرے جرائم اس کثرت سے ہو رہے ہیں کہ گویا یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ کوئی خدا نہیں! اگر مختلف طبقات قوم کی خرابیوں اور نقائص پر مفصل بحث کی جاوے تو ایک ضخیم کتاب طیار ہو جاوے ہر دانشمند اور غور کرنیوالا انسان قوم کے مختلف افراد کے حالات پر نظر کرکے اس صحیح اور یقینی نتیجہ پر پہنچ جاویگا کہ وہ تقویٰ جو قرآن کریم کی علت غائی تھا جو اکرام کا اصل موجب اور ذریعہ تھا

محتاج موجود نہیں ۔ عملی حالت جسکی اشد ضرورت تھی کہ ابھی ہوتی جو غیروں اور مسلمانوں میں مابہ الامتیاز تھی سخت کمزور اور خراب ہو گئی ہے۔ **بیرونی** حصہ میں دیکھو کہ جسقدر مذاہب مختلفہ موجود ہیں ان میں سے ہر ایک اسلام کو نابود کرنا چاہتا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ عیسائی مذہب اسلام کا سخت دشمن ہے۔ عیسائی مشنریوں اور پادریوں کی ساری کوششیں اس ایک امر میں صرف ہو رہی ہیں کہ جہانتک ممکن ہو جسطرح ممکن ہو اسلام کو نابود کیا جاوے۔ اور اس توحید کو جو اسلام نے قائم کی تھی جس کیلئے اسکو بہت سی جانوں کا کفارہ دینا پڑا تھا اسے نابود کرکے یسوع کی خدائی کا دنیا کو قائل کرایا جاوے اور اس کے خون پر یقین دلایا جاوے جو بیقیدی ۔ آزادی اور اباحت کی زندگی کو پیدا کرتا ہے۔ اور اسطرح پر وہ پاک غرض تقوی و طہارت اور عملی پاکیزگی کی جو اسلام کا مدعا تھا مفقود کی جاوے۔ عیسائی پادریوں نے اپنی ان اغراض میں کامیابی حاصل کرنے کیلئے وہ طرح بہت سے طریقے اختیار کیے ہیں اور افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ انھوں نے ایک لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کو مرتد کر لیا۔ اور بہت سے ہیں جنکو نیم عیسائی بنا دیا ہے اور بہت بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جو ملحدانہ طبیعت رکھتے ہیں اور اپنی طرز بود و باش اور رفتار و گفتار میں عیسائیت کے اثر سے متاثر ہیں...... نوجوانوں کی ایک جماعت اور مخلوق ہے جو مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوئی ہے اور کالجوں میں انکی تربیت ہوئی وہ خدا تعالے کے کلام کے بجائے فلسفہ اور طبعیات کی قدر کرتی ہے اور اسکو مقدم اور ضروری سمجھتی ہے۔ اسلام اس کے نزدیک عرب کے جنگلوں کے حسب حال تھا۔ ان باتوں اور حالتوں کو جب میں دیکھتا ہوں اور سنتا ہوں میں دوسروں کی بابت کچھ نہیں کہہ سکتا مگر میرے دل پر سخت صدمہ ہوتا ہے۔ کہ آج اسلام ان مشکلات اور آفتوں میں پھنسا ہوا ہے اور مسلمانوں کی اولاد کی یہ حالت ہو رہی ہے وہ وہ اسلام کو اپنے مذاق ہی کے خلاف سمجھتے ہیں۔

تیسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو ابھی حدود سے باہر تو نہیں ہوئے۔ حلال کو حرام نہیں کرتے مگر وضع قطع لباس پسند کرتے ہیں انھوں نے ایک قدم نصرانیت میں رکھا ہوا ہے۔ اب صاف سمجھ میں آتا ہے کہ اندرونی طور پر وہ بدعات اور شرک کا ہجوم ہے اور بیرونی طور پر یہ آفتیں خصوصاً صلیبی مذہب نے جو نقصان پہنچایا ہے۔ اسلام وہ مذہب تھا کہ اگر ایک آدمی بھی اس سے نکلتا اور مرتد ہو جاتا تو قیامت برپا ہو جاتی اور یا اب یہ حالت ہے کہ مرتدوں کی انتہا ہی نہیں رہی۔ اب ان تمام امور کو یکجائی طور پر کوئی عقلمند سوچے اور خدا کے لیے غور کرے کہ

کیا خدا کی خاص تجلی کی ضرورۃ نہیں؟

کیا ابھی تک اللہ تعالے کے اس وعدہ حفاظت کے پورا ہونے کا وقت نہیں کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ؟ اگر اسوقت کسی مدد اور تجلی کی ضرورۃ نہیں تو کوئی ہمیں بتائے کہ وہ وقت کب آئیگا۔

غور کرو اور سوچو! کہ ایک طرف تو واقعات یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اس قسم کی ضرورتیں پیدا ہو گئی ہیں کہ اللہ تعالی اپنی خاص تجلی فرمائے۔ اور اپنے دین کی نصرۃ عملی سچائیوں اور آسمانی تائیدات سے کرکے دکھاوے۔ دوسری طرف صدی نے مہر لگا دی ہے کہ اللہ تعالے کے اس وعدہ کے موافق (جو اپنے برگزیدہ اور افضل الرسل رسول خاتم الانبیا صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان پر جاری ہوا کہ ہر صدی کے سر پر تجدید دین کے لیے مجدد بھیجا جاویگا) کوئی مجدد آنا چاہیے صدی میں سے انیس برس گذر گئے اگر ابتک باوجود ان ضرورتوں کے پیدا ہو جانے کے بھی کوئی **مامور** مبعوث نہیں ہوا تو پھر خدا کے لیے غور کرو کہ اس میں اسلام کا کیا باقی رہتا ہے؟ کیا اس سے اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ کے وعدہ کا خلاف ثابت نہ ہوگا؟ کیا اس سے ہر سال مجدد کی پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی باطل نہ ہوگی؟ کیا یہ مانا جاوے گا کہ اسلام ایسا مذہب ہی کہ اسپر ایسی احتیاجیں ہو گئیں اور خدا تعالیٰ کو اس کے لئے غیرت نہ آئی؟ اب کوئی ہمارے دعوی کو چھوڑ دو الگ ہو کر بیٹھے مگر ان باتوں کا سوچ کر جواب دے۔ میری تکذیب کرو گے تو اسلام کو ہاتھ سے انہیں دینا پڑے گا۔ مگر میں سچ کہتا ہوں کہ قرآن شریف کے وعدہ کے موافق اللہ تعالے نے اپنے دین کی حفاظت فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ کیونکہ عین ضرورت کے وقت خدا کے وعدہ کے موافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے موافق خدا تعالیٰ نے

یہ سلسلہ قائم کیا

اور یہ ثابت ہو گیا کہ صدق اللہ ورسولہ اللہ اور اس کے رسول کی باتیں سچی ہیں ظالم طبع ہے وہ انسان جو انکی تکذیب کرتا ہے۔

(باقی دارد)

ای سیکر آفٹر ٹروتھ

یعنے

ایک حق جو

دو تین روز سے لاہور کے ایک معزز اور قدیمی رئیس خاندان کے ایک پنڈت صاحب دارالامان میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضرت اقدس کی زیارت اور آپ کے استفادہ کا انکا منشا تھا۔ ۲۸ دسمبر کی شام کو حضرت مسیح موعود سے انکا جو مکالمہ ہوا اسے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں (ایڈیٹر)

گناہ سوز فطرت کیونکر پیدا ہو؟

حضرت اقدس: آپ نے کون کونسی کتاب دیکھی ہے؟

پنڈت صاحب - مثنوی مولانا روم صاحب اپنشد اور کئی مذہبی فقرا کی کتابیں۔ مگر انسان کا اپنے نفس پر قابو پانا مشکل ہے یہ بالضرور انسان کو گناہ کی طرف لیجاتا ہے۔

حضرت اقدس - اصل بات یہ ہے کہ جسطرح طبیب کے پاس کوئی بیمار جاتا ہے تو اسوقت تک وہ اسکا علاج نہیں کر سکتا جب تک وہ یہ تشخیص نہ کرے کہ مرض کا اصلی سبب کیا ہے؟ اور جب وہ مرض کا سبب اصلی معلوم کر لیتا ہے تو پھر وہ اسکا علاج تجویز کرتا ہے لیکن جب تک

پورے طور پر مرض کی تشخیص نہیں ہو لیتی تو وہ عمدہ طور پر اسکا علاج نہیں کر سکتا۔ ٹھیک یہی حال گناہ کا ہے کیونکہ گناہ ایک روحانی **بیماری** ہے جب تک اسکی ماہیت معلوم نہیں ہوتی اسوقت تک انسان گناہ سے بچ نہیں سکتا۔ اسپر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ انسان گناہ کی طرف کیوں جھکتا ہے؟ اور یہ گناہ کا خیال پیدا ہی کیوں ہوتا ہے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ اسوقت تک انسان گناہ کرتا ہے جب تک کہ وہ خدا سے بیخبر رہتا ہے۔ بھلا کیا کوئی شخص جو چوری کرتا ہے وہ اسوقت کرتا ہے جبکہ گھر کا مالک جاگتا ہو اور روشنی بھی ہو؟ یا اسوقت کرتا ہے جبکہ مالک سویا ہوا ہو۔ اور ایسا اندھیرا ہو کہ کچھ دکھائی نہ دیتا ہو؟ صاف ظاہر ہے کہ وہ اسی وقت چوری کرتا ہے جب وہ یقین کرتا ہے کہ مالک بیخبر ہے اور روشنی نہیں ہے اسی طرح پر ایک شخص جو گناہ کرتا ہے وہ اسوقت کرتا ہے جبکہ خدا سے **بے خبر** ہو جاتا ہے اور اس کو اسپر کچھ یقین نہیں ہوتا۔ اسوقت جبکہ اسے یقین ہو کہ **خدا** ہے اور وہ اس کے اعمال کو دیکھتا ہے اور اسکو سزا دے سکتا ہے اور یہ علم ہو کہ اگر میں کوئی کام اسکی خلاف مرضی کرونگا تو وہ اسکی سزا دیگا۔ جب یہ علم اور یقین خدا کی نسبت ہو تو پھر گناہ کی طرف میل اور توجہ نہیں ہو سکتی۔ جب انسان یہ یقین رکھتا ہے کہ میں ہمیشہ اس کے ماتحت ہوں اور وہ میری بداعمالیوں کی سزا دے سکتا ہے اور میرے اعمال کو دیکھتا ہے پھر جرأت نہیں کر سکتا جیسے ایک بھیڑ کو بھیڑئیے کے سامنے باندھ دیا جاوے تو کسی دوسرے کے کھیت کی طرف جانا درکنار اس کے سامنے کتنا ہی گھاس کھانے کے لئے ڈالا جاوے تو وہ اسکی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھیگی کیونکہ ایک خوف جان اسپر غالب آیا ہوا ہے پس جبکہ **خوف** ایک وحشی جانور تک اپنا اتنا اثر کر سکتا ہے کہ وہ کھانا تک چھوڑ دیتا ہے تو پھر انسان جب اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے سامنے اسی طرح سمجھے اور یقین کرے کہ وہ دیکھتا ہے اور گناہ پر سزا دیتا ہے تو اس یقین کے بعد گناہ کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا بلکہ وہ یقین رکھتا ہے کہ وہ صاعقہ کی طرح اسپر گرے گا اور تباہ کر دیگا۔ پس یہ خوف جو خدا تعالیٰ کو بزرگ و برتر اور قدرت والا ماننے سے پیدا ہوتا ہے اسکو گناہ سے بچائیگا اور یہ سچا ایمان پیدا کرے گا۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک گناہ کبیرہ کہلاتے ہیں جیسے چوری کرنا۔ زنا۔ ڈاکہ وغیرہ جو موٹے موٹے گناہ کہلاتے ہیں۔ دوسرے صغیرہ جو بلحاظ بشریت کے انسان سے سرزد ہو جاتے ہیں باوجودیکہ انسان اپنے آپ میں بڑا ہی بچتا اور محتاط رہتا ہے مگر بشریت کے تقاضے سے بعض نازیبا امور اس سے سرزد ہو جاتے ہیں جو دوسری قسم کے گناہ ہیں۔ اسیطرح ہر گناہ کے دور ہونے کے بھی دو ذریعے ہیں۔ اول وہ ذریعہ ہے کہ بہت سے گناہ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے غلبہ خوف کے سبب سے دور ہو جاتے ہیں یعنی استیلاء خوف الہٰی ہی ایک ایسی شے ہے جو گناہوں کو دور کرتی ہے اور اسے بچاتی ہے یہ ذریعہ ایسا ہے جیسے پولیس کے خوف سے انسان قانون کی خلاف ورزی سے بچتا ہے پھر دوسرا ذریعہ گناہوں سے بچنے کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر اطلاع پانے کے بعد اسکی محبت بڑھتی ہے اور پھر اس محبت سے گناہ دور ہوتے ہیں۔ ان دونو ذریعوں سے ہی گناہ دور ہو سکتے ہیں۔

ایک اور قسم کے لوگ ہیں جو چاہتے ہیں کہ گناہ ان سے سرزد نہ ہو مگر وہ کچھ ایسے غفلت میں پڑ جاتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کہ گناہ ہو ہی جاتے ہیں۔ لیکن یہ ہر انسان کی فطرت اور رگ و ریشہ میں رچا ہوا ہے کہ وہ شدت خوف سے بچتا ہے جیسے میں نے کہا کہ شیر کے سامنے اگر بکری کو باندھ دیا تو وہ گھاس نہیں کھا سکتی یا حاکم کے سامنے کوئی انسان اکڑ کر کھڑا نہیں ہو سکتا بلکہ وہ اس کے سامنے نہایت عاجزی اور احتیاط سے خاموش کھڑا ہوگا۔ یہ احتیاط اور عجز خوف اور حاکم کی رعب اور حکومت کا نتیجہ ہے لیکن یہی نتیجہ محبت سے بھی پیدا ہوتا ہے جب ایک شخص اپنے محسن کے سامنے جاتا ہے تو وہ اس کے احسان کو یاد کر کے خود بخود نرم اور محتاط ہو جاتا ہے اور ایک حیا اسکی آنکھوں میں پیدا ہوتا ہے۔ محسن کے ساتھ محبت بڑھتی ہے جیسے کوئی شخص کسی کا قرضہ ادا کر دے تو وہ اس سے کس قدر محبت کرتا ہے پھر اس محبت کے تقاضے سے وہ اسکی خلاف ورزی اور خلاف مرضی کرنا نہیں چاہتا۔ یہ فرمانبرداری اور اطاعت محبت ذاتی سے پیدا ہوتی ہے اسیطرح پر انسان اگر خدا تعالیٰ کے ان احسانات کا علم ہو جو اسپر اسنے کئے ہیں تو وہ اسکی محبت ذاتی کی وجہ سے گناہوں سے بچے گا۔ اور پھر کوئی تحریک اسطرف نہیں لے جا سکتی۔ اسکی ایسی ہی مثال ہے جیسے اگر کوئی بادشاہ کسی ماں کو حکم دیوے کہ اگر تم اس بچہ کو دودھ دو گی یا دودھ نہ دو گی یہانتک کہ اگر وہ بچہ مر بھی جاوے تو تم کو کوئی سزا نہ ملے گی۔ بلکہ ہم انعام دیں گے تو وہ ہرگز ہرگز اس حکم کی تعمیل نہ کرے گی اور ایسا کرنا پسند نہیں کریگی۔ اس لئے کہ اسکی فطرت میں بچہ کے ساتھ محبت کا ایک جوش ہے اور یہ جوش محبت ذاتی کا جوش ہے۔

پس انسان جب خدا تعالیٰ کے ساتھ اس قسم کی محبت کرنے لگتا ہے تو پھر اس سے جو نیکیاں صادر ہوتی ہیں اور وہ گناہوں سے بچتا ہے تو وہ کسی طمع یا خوف سے نہیں بلکہ اسی محبت ذاتی کے تقاضے سے۔ **محبت ذاتی** کا یہ نشان ہے کہ اگر محبت ذاتی والے کو یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ اس کے اعمال کی پاداش میں اسکو بجائے بہشت کے دوزخ ملے گا یا اسے معلوم ہو کہ پھر کوئی نتیجہ مرتب نہ ہوگا اور بہشت دوزخ کوئی چیز ہی نہیں جنکے خوف یا جنکی طمع کے لئے وہ احکام کی بجا آوری کرے تب بھی اسکی محبت میں کوئی فرق نہ آئیگا۔ کیونکہ یہ خوف اور رجا کے پہلوؤں کو دور کر کے فطرت کا رنگ پیدا کرتی ہے۔ محبت ذاتی کا یہ **خاصہ** ہے کہ جب انسان کے اندر نشوونما پاتی ہے تو ایک آگ پیدا کر دیتی ہے جو اندر کی نجاستوں کو جلا کر صاف کرتی ہے یہ آگ ان نجاستوں کو جلاتی ہے جسے ہم نہیں جلا سکتے تھے۔ پس یہ مقام انسان کے لئے تکمیل کا مقام ہے اور اس جگہ تک اسے پہونچنا ضروری ہے۔

پنڈت صاحب:۔ میں خدا کا منکر نہیں ہوں اور نہ اسکے بندہ ہونیکا منکر۔

حضرت اقدس:۔ بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ پر ایمان دو قسم کا ہے ایک وہ ایمان ہے جو صرف زبان تک محدود ہے اور اسکا

الغرض افعال اور اعمال پر کچھ نہیں۔ دوسری قسم ایمان باللہ کی یہ ہے کہ عملی شہادتیں اسکے ساتھ ہوں۔ پس جب تک یہ دوسری قسم کا ایمان پیدا نہو میں نہیں کہہ سکتا کہ ایک آدمی خدا کو مانتا ہے یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ کو مانتا بھی ہو اور پھر گناہ بھی کرتا ہو۔ دنیا کا بہت بڑا حصہ پہلی قسم کے ماننے والوں کا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ لوگ اقرار کرتے ہیں کہ ہم خدا کو مانتے ہیں مگر میں دیکھتا ہوں کہ اس اقرار کے ساتھ ہی وہ دنیا کی نجاستوں میں مبتلا اور گناہ کی کدورتوں سے آلودہ ہیں پھر وہ کیا بات ہے کہ وہ خاصہ جو ایمان باللہ کا ہے اسکو حاضر ناظر مان کر پیدا نہیں ہوتا؟ دیکھو انسان ایک ادنے درجے کے چوہڑے چمار کو حاضر ناظر دیکھکر اسکی چیز نہیں اٹھاتا پھر اس خدا کی مخالفت اور اس کے احکام کی خلاف ورزی میں دلیری اور جرأت کیوں کرتا ہے جسکی بابت کہتا ہے کہ مجھے اس کا اقرار ہے؟ میں اس بات کو مانتا ہوں کہ دنیا کے اکثر لوگ ہیں جو اپنی زبان سے اقرار کرتے ہیں کہ ہم خدا کو مانتے ہیں کوئی پرمیشر کہتا ہے کوئی گاڈ کہتا ہے کوئی اور نام رکھتا ہے۔ مگر جب عملی پہلو سے انکے اس ایمان اور اقرار کا امتحان لیا جاوے اور دیکھا جاوے تو کہنا پڑے گا کہ وہ نرا دعوئی ہے جسکے ساتھ عملی شہادت کوئی نہیں۔

انسان کی فطرت میں یہ امر واقع ہے کہ وہ جس چیز پر یقین لاتا ہے اسکو نقصان کی سمجھے اور اس کے منافع کو لینا چاہتا ہے۔ دیکھو سنکھیا ایک زہر ہے اور انسان جب کہ اس بات کا علم رکھتا ہے کہ اس کی ایک رتی بھی ہلاک کرنے کو کافی ہے تو کبھی وہ اسکو کھانے کے لئے دلیری نہیں کرتا اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ اس کا کھانا ہلاک ہونا ہے۔ پھر کیوں وہ خدا تعالیٰ کو مان کر ان نتائج کو پیدا نہیں کرتا جو **ایمان باللہ** کے ہیں اگر سنکھیا کے برابر بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو تو اس کے جذبات اور جوشوں پر موت وارد ہو جاوے مگر نہیں یہ کہنا پڑے گا کہ نرا قول ہی قول ہے **ایمان** کو یقین کا رنگ نہیں دیا گیا ہے۔ یہ اپنے نفس کو دھوکا دیتا ہے اور دھوکا کھاتا ہے جو کہتا ہے کہ میں خدا کو مانتا ہوں۔

پس پہلا فرض انسان کا یہ ہے کہ وہ اپنے اس **ایمان** کو درست کرے جو وہ اللہ پر رکھتا ہے۔ یعنی اسکو اپنے اعمال سے ثابت کر دکھاوے کہ کوئی فعل ایسا اس سے سرزد نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کی شان اور اس کے احکام کے خلاف ہو۔

یہ دھوکا جو انسان کو لگتا ہے کہ وہ خدا کو مانتا ہے باوجودیکہ عملی شہادت اس ایمان کے ساتھ نہیں ہوتی درحقیقت یہ بھی ایک قسم کی **مرض** ہے جو خطرناک ہے مرض دو قسم کی ہوتی ہے ایک مرض **مختلف** ہوتی ہے یہ وہ ہوتی ہے جسکا درد محسوس ہوتا ہے جیسے درد سر یا درد گردہ وغیرہ دوسری قسم کی مرض کو مرض **مستوی** کہلاتی ہے اس مرض کا درد محسوس نہیں ہوتا اور اس لئے مریض اسکی طرح اس کے علاج سے تساہل اور غفلت کرتا ہے۔ جیسے برص کا داغ ہوتا ہے بظاہر اسکا کوئی درد یا دکھ محسوس نہیں ہوتا لیکن آخر کو یہ خطرناک نتائج پیدا کرتا ہے پس خدا پر ایسا ایمان جو عملی شہادتیں ساتھ نہیں رکھتا ہے ایک قسم کی مرض مستوی ہے۔ صرف رسم و عادت کے طور پر مانتا ہے یا یہ کہ باپ دادا سے سنا تھا کہ کوئی خدا ہے اسلئے مانتا ہے اپنی ذات پر محسوس کر کے کب اس نے اسکا اقرار کیا۔ یہ اقرار جس دن اس رنگ میں پیدا ہوتا ہے ساتھ ہی گناہوں کی میل کچیل کو جلا کر صاف کر دیتا ہے۔ اور اس کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں جبتک آثار ظاہر نہ ہوں ماننا نہ ماننا برابر ہے۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ یقین نہیں ہوتا اور یقین کے بغیر ثمرات ظاہر نہیں ہو سکتے دیکھو جن خطرات کا انسان کو یقین ہوتا ہے اگر نزدیک ہرگز نہیں جاتا مثلاً یہ خطرہ ہو کہ گھر کا شہتیر ٹوٹا ہوا ہے تو وہ کبھی اس کے نیچے جانے اور رہنے کی دلیری نہ کریگا یا یہ معلوم ہو کہ فلاں مقام پر سانپ رہتا ہے اور وہ رات کو پھر ابھی کرتا ہے تو کبھی رات کو اٹھ کر وہاں نہ جائے گا۔ کیونکہ ان کے نتائج کا قطعی اور یقینی علم رکھتا ہے۔ پس اگر خدا کو مان کر ایک پیسہ کی سنکھیا جتنا بھی اثر اور یقین نہیں ہوتا تو سمجھ لو کہ کچھ بھی نہیں مانتا اور اصل یہی ہے کہ ساری خرابی کی جڑ ایمان کی کمزوری ہی ہے۔

پنڈت صاحب:۔ میرا اصل منشاء تو یہ ہے کہ خدا کی ہستی پر تو ایمان ہے مگر پھر بھی گناہ ہوتے ہیں۔

حضرت اقدس:۔ آپ کیوں کہتے ہیں؟ کہ ایمان ہے ایمان تو انسان کے نفسانی جذبات کو مردہ کر دیتا ہے اور گناہ کی قوتوں کو سلب کر دیتا ہے آپ کو یہ سوال کرنا چاہیے کہ گناہ سے بچنے کا علاج کیا ہے؟ میں یہ کبھی نہیں مان سکتا کہ ایمان بھی ہو اور گناہ بھی ہو ایمان روشنی ہے اس کے سامنے گناہ کی ظلمت رہ نہیں سکتی بھلا یہ کبھی ہو سکتا ہے؟ کہ دن بھی چڑھا ہوا ہو۔ اور رات کی تاریکی بھی بدستور موجود ہو؟ یہ نہیں ہو سکتا۔ پس اصل سوال یہ رہ جاتا ہے کہ **گناہ سے کیونکر بچیں**؟ اس کا علاج وہی ہے جو میں نے بیان کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر سچا **ایمان** پیدا ہو۔

پنڈت صاحب:۔ بے شک میرا یہ کہنا کہ خدا کو مانتا ہوں اپنے آپ کو دھوکا دینا ہے۔

حضرت اقدس:۔ بس یہی اصل بات ہے جبتک عملی شہادتیں ساتھ نہ ہوں یہ نفس کا دھوکا ہے جو کہتا ہے کہ مانتا ہوں۔ سچا ایمان گناہ کو باقی نہیں رہنے دیتا۔ اور سچا ایمان پیدا کیونکر ہوتا ہے؟ آپ یاد رکھیں جب مریض طبیب کے پاس جاتا ہے تو طبیب اسکی مرض کو تشخیص کر کے ایک علاج اسکا بتا دیتا ہے اسکا فرض ہے کہ وہ بیمار کو متنبہ کر دے علاج کرنا نہ کرنا یہ مریض کا اپنا اختیار ہے۔ وہ یہ بتا دیگا کہ داغ لگانے کی جگہ ہے تو داغ دو۔ یا جونک لگاؤ وغیرہ یعنی جو علاج ہو وہ بتا دیگا اسیطرح پر ہم اصل علاج بتا دیتے ہیں کرنا نہ کرنا ہر شخص کے اپنے اختیار میں ہے۔

پس اصل بات یہ ہے کہ جیسے خدا تعالیٰ ان آنکھوں سے نظر نہیں آتا ہے اور نہ ان حواس سے ہم اسکو محسوس کر سکتے ہیں کیونکہ اگر وہ ان محسوسات میں سے ہوتا جنکے لئے یہ حواس ہیں تو بے شک وہ نظر آ جاتا یا محسوس ہو سکتا مگر ان حواس میں سے کوئی حس اسکے لئے بکار نہیں۔ اسکی شناخت کے خاص وسائل ہیں اور وہ حواس ہیں جو عقلیوں برہموؤں اور فلاسفروں نے بجائے خود گھڑ رکھی ہیں لیکن وہ سب غلطیوں میں مبتلا ہیں اور وہ ایمان جو انسان کی زندگی میں ایک حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دیتا ہے انکو نصیب نہیں ہوا جب خود انکی یہ حالت ہے تو وہ

سورۃ جمعہ پر حضرت حکیم الامت کا وعظ

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء والله ذو الفضل العظیم

اللہ تعالے بڑے ہی فضلوں کا مالک ہے یہ اسی کا فضل ہے کہ وہ کس کے زمانہ میں امام معلم مزکی۔ تالی نبی بھیجدیتا ہے اور کوئی قوم کو درد مند انسان مبعوث فرما دیتا ہے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی کے فضل اور رحم کا ایک عظیم الشان نمونہ تھا آپکی بعثت اللہ تعالے کی رحمانی صفت کے انتہائی تقاضے کا نتیجہ تھی۔ اسی لئے فرمایا ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین

محمد وہی ہوتا ہے جسکی تعریف کی جاتی ہے آپکے نام ہی میں رحمانیت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ تعریف اسی کی کی جاتی ہے جو بلا مزدوری کام آوے اور شفقت فرماوے۔ اگر مزدوری ہی لے تو پھر تعریف کیسی! بے وجہ عنایت فرمانے کی ہی تعریف ہوتی ہے اور بے مانگے دینے والا رحمٰن ہوتا ہے۔ پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحمٰن کا مظہر ہوئے۔ اس قسم کے رحیم وکریم عنایت فرما کے احکام کی خلاف ورزی ایک شریر النفس اور ناپاک فطرت کا کام ہے کیونکہ فطرتی طور پر بمصداق جبلت القلوب علی حب من احسن الیھا محسن کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے اور محبت کا شدید تقاضا اس کی اتباع ہے اس لئے فرمایا گیا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ جو چاہتا ہے کہ مولا کریم کا محبوب ہو اسکو لازم ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرے اور سچی اتباع کامل محبت سے پیدا ہوتی ہے اور محبت محسن کے احسانوں کی یاد سے بڑھتی ہے جو شخص اس محسن اور عنایت فرما کی خلاف ورزی کرتا ہے جو بلا وجہ اور بلا مزد و مروت و احسان کرتا ہے وہ سب سے زیادہ سزا کا مستحق ہوتا اسی لئے ابو الحنفاء کے منہ سے قرآن شریف میں اب آذر کو یہ کہلوا دیا انی اخاف ان یمسک عذاب من الرحمٰن یعنی جسنے بلا وجہ تم پر احسان کیا تیرا قلب اچھا ہوتا تو اسکی محبت میں تو ترقی کرتا بجائے اس کے تو نے بتوں کی پرستش کی پس اس رحمانی صفت کے انکار کی وجہ سے عذاب بھی شدید آئیگا۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پہلو سے بھی رحمانیت کے مظہر تھے کہ آپ قرآن جیسی رحمت شفا۔ نور۔ امام کتاب لیکر آئے اور قرآن کا نزول رحمانی صفت ہی کا اقتضا تھا جیسے فرمایا

الرحمٰن علم القرآن

قرآن کا نزول چونکہ اس صفت کے نیچے تھا آپ جب معلم القرآن ہوئے تو اسی صفت کے مظہر بنکر باوجود اسکے کہ دشمنے دکھ اٹھائے مگر دعا۔ توجہ عقد ہمت اور تدبیر کو نہ چھوڑا۔ یہانتک کہ آخر آپکے پیچھے ہوگئے۔ پھر جن لوگوں نے آپکی سچی اور کامل اتباع کی انکو اعلیٰ درجہ کی جزا ملی۔ اور انکی تعریف ہوئی۔ اس پہلو سے آپکا نام احمد ٹھیرا۔ کیونکہ دوسرے کی تعریف جب کرتا ہے جب فایدہ دیتا ہے چونکہ آپنے عظیم الشان فایدہ دنیا کو پہونچایا اس لئے آپکی تعریف بھی اسی قدر ہوئی۔ اس سے بڑھ کر کیا فائدہ ہوگا کہ ابد الآباد کے لئے خلافت کا سلسلہ آپکے کامل متبعین میں رکھدیا۔ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلکم الآیۃ اسی وعدہ حقہ اور صادقہ کے موافق آج بھی خدا تعالے خاتم الخلفاء کو بھیجا ہے۔

غرض! خدا میں جو رحمٰن و رحیم کی صفت تھی محمد و احمد میں وہ جلوہ گر ہوئیں اس لئے وہ اپنے سچے غلاموں میں دونوں باتیں پیدا کر دیتا ہے اور یہ دیکھا گیا ہے کہ جسقدر مصلحان اسلام میں ہوئے ہیں وہ یا اسم محمد کے نیچے تھے یا اسم احمد کے۔

میں نے دیکھا ہے کہ علماء ایک بڑی بھاری غلطی کے مرتکب ہوئے ہیں جب کہ وہ تمام مختلف پیشگوئیاں جو مختلف اشخاص کے حق میں ہوئی ہیں ایک ہی آدمی میں جمع کرنا چاہتے ہیں۔ وعد اللہ الذین آمنوا منکم کی آیت ہی اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ موعود خلیفے ایک سے زیادہ ہونگے پھر کیوں سعی کی جاتی ہے کہ سب کا مصداق ایک ہی ہو۔ مختلف مہدی ہوئے اور اپنے اپنے وقت پر ہو گذرے مسیح ہی ایک مہدی ہے اور وہ اب موجود ہے مگر ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء جسکو چاہتا ہے فضل دیتا ہے اگر کہو کہ اسوقت بہت سے سلسلے گدی نشین اور سجادہ نشین اور کیا کیا ہیں تو سنو

مثل الذین الآیۃ

اسفار ان بڑی کتابوں کو کہتے ہیں جن سے کشف حقایق ہوجاتا ہے مگر کوئی بتائے کہ ان انکشافات کے اسباب سے گدھا کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے گدھا جسکی عقد ہمت اور توجہ اس سے پرے نہیں کہ دانہ اور گھاس ملجاوے یا زیادہ سے زیادہ یہ کہ اچھی اروڑی مل جاوے اور طویلہ کا آخری حصہ ہو جو خاکروب نے اچھی طرح صاف کیا ہو۔ رات کو جھول اور پالان مل جاوے۔ مقدرت سے زیادہ بوجھ نہ ہو اصل غرض اسکی تھوڑی سی نفس پرستی ہے اسی مثال کو تعالیٰ یہاں بیان کرتا ہے کہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ انکے پاس انکشاف حقایق کے اسباب ہوتے ہیں مگر وہ ان سے اسقدر فائدہ صرف اٹھاتے ہیں جسقدر گدھا دانے۔ گھاس۔ جل۔ پالان اور تھوڑی سی رتی یا اروڑی سے پس جنکی اصل غرض دنیا ہوتی ہے۔ وہ ان اسباب انکشاف حقایق سے اسی مقدار دنیا طلبی کے فائدہ اٹھاتے ہیں اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

اسوقت ایک قوم دنیا میں موجود ہے۔ جنھے ۲ سو زبان میں ایک کتاب کی ترجمہ کیا ہے اور پھر ترجمہ در ترجمہ کرکے بھی کہتے ہیں کہ وہ کلام اللہ ہے۔ اگر پوچھو کہ اسپر عمل کرنا شرط ہے یا نہیں تو کہدیتے ہیں کہ شرط نہیں کیونکہ شریعت لعنت ہے پر مسیح نے تمام گناہ کا بوجھ کیونکہ اٹھایا ہے اسکی غرض ترجمہ کنندہ کی غرض روپیہ ہے پریچر کی غرض اتنی ہی ہے کہ تنخواہ مل جاوے یہ قوم اسکی مصداق ہے یکتبون الکتٰب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا۔

یہ صاف ظاہر ہے کہ اسقدر زبانوں میں مسیح نے کلام نہیں کیا مگر پھر بھی وہ اس کا نام کلام اللہ۔ کتاب مقدس رکھا جاتا ہے ترجموں کو کلام الہی کے خادم کہا جاتا ہے اس سے کس صفائی کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ تیلوں کی صفت نہیں رہی یہ تو بے غیر مذہب کے لوگوں کا حال اپنے گھر میں غور کرو کثرت کے ساتھ وہ لوگ جو علماء کہلاتے ہیں

(باقی ہے)

پاک شاعری

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پرچہ مخزن نمبر ۲ جلد ۳ ماہ مئی سنہ ۱۹۰۲ء کے صفحہ ۵۸ پر ایک خط منظوم پیغام بیعت کے جواب میں طبع ہوا ہے جو شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔ اے کی فکر کا نتیجہ ہے۔ کسی دردخواہ نے بہ نیت خیر نصیحت کی ہے بیعت کا لفظ حضرت امام الوقت مسیح موعود مہدی مسعود مجدد دوران حضرت **میرزا غلام احمد صاحب** سلمہ الرحمان رئیس قادیاں کی ذات بابرکات کو درمیان لاتا ہے۔ شیخ صاحب نے شاعرانہ تلازم جو اپنے خیال کی رَو میں باندھے ہیں وہ شاعرانہ مذاق پر انکو پسند ہوں گے مگر جس کوچہ میں انہوں نے پاؤں رکھا ہے اور جس میدان کا مرد وہ اپنی آپکو ظاہر کرتے ہیں یہ واقعی بے حقیقت اور بے اصل خیال ہے انہوں نے اپنے خیرخواہ اور ہمدرد ناصح کے قابل قدر پیغام کو اپنی شاعرانہ نازک خیالیوں یا تنگ بندیوں سے ٹالدیا ہے۔ اور صداقت کا خون کیا ہے۔ مجھ کو توفیق بخشی گئی ہے کہ حضور امام پاک کی زبان حق ترجمان سے اس پیغام بیعت کی جو کسی نہایت ہی محبت بھرے دل سے پہونچایا گیا ہے تائید کی ہے۔ مجھے بیہودہ شاعرانہ نازک خیالیوں سے جنکی زینت نرا جھوٹ ہو کچھ سروکار نہیں نہ میں اس مذاق کا شاعر ہوں ہاں میں نے اصول اسلام کو مدنظر رکھ کر کچھ اشعار لکھے ہیں اور اپنے اس تعلق خاطر سے جو شیخ صاحب سے مجھکو ہے محض نیک نیتی کی بناء پر سچی نیکی اور اصلی خوشی اور حقیقی تسلی کی راہ پر انہیں لانا چاہا ہے میرے آئینہ دل کا عکس ہے جو میں شیخ صاحب پر ڈالنا چاہتا ہوں۔ میں انکو جانتا ہوں وہ مجھے جانتے ہیں دل ہی دل کا معاملہ ہے کیا اسوقت وہ اپنے اس رویا کو یاد نہ کریں گے جو انہوں نے خود مجھے سنائی تھی اور ایک بڑی شاندار داڑھی والا شخص انکو دکھلایا گیا تھا۔ خدا جانے رویا میں انہوں نے وہ صورت کیسی حیرت انگیز عزت سے دیکھی ہوگی مگر اسوقت معلوم ہوتا ہے کہ ظاہر میں بھی ویسا ہی قابل قدر تصور فرماتے ہیں یا نہیں یہ وہ جانیں مگر اس رویا کے اندر ایک نکتہ ہے جسکو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے کھولے گا۔ بہر حال مجھے امید ہے کہ شیخ صاحب میرے اس جواب کو اس کے سچے محل پر رکھ کر حق سے توفیق مانگیں جسکی میں انکے لئے دعا مانگتا ہوں بہتر ہوتا کہ وہ اس راہ میں اس انداز سے قدم رکھتے جیسے خدا کا خوف کرتے طبع آزمائی کے لئے جہان میں اور میدان تھوڑے ہیں اپنی مشغلہ پسند طبیعت کو اسی طرف معروف رکھتے آگے کی خدا جانے مگر اب تک جو اس آسمانی مرد کے مقابل میں آیا ہے اسکا نتیجہ آخر کار ایک افسوسناک حالت پر مبنی ہوا ہے ہر رنگ میں خدا نے غلبہ اپنے بندے کو بخشا ہے۔ بہتر ہے کہ شیخ صاحب اپنے قلم کو روک لیں اور اپنے شغل طبیعت کے لئے اور میدان پسند کریں۔ اور وہ اپنے فعل کو بجائے متعدی کے لازمی ہی رہنے دیں۔ آخر میں میں یہ کہہ کر جواب لکھتا ہوں

نصیحت گوش کن جاناکہ از جان دوست تر دارند
جوانان سعادتمند پند پیر دانا را۔

جواب خط منظوم بہ تائید پیغام بیعت

اقبال
خضر میں بیچ کے مر رہا ہوں میں ∴ تشنہ کام حق نما ہوں میں

حامد
جانب حق سے حق نما ہوں میں ∴ آ میرے پاس باخدا ہوں میں
خضر کی اب تلاش ہے بے سود ∴ تشنہ کا سوتی اب بقا ہوں میں
تشنگی بخش جام ہے میرا ∴ ہو بقا جسمیں وہ فنا ہوں میں
اسی مقام فنا کے دلدادہ ∴ مجھ میں آ منزل بقا ہوں میں

اقبال
ہمکلامی ہے غیریت کی دلیل ∴ خامشی پر مٹا ہوا ہوں میں

حامد
ہمکلامی میں الفت و محبت ہے ∴ یار کی باتیں کر رہا ہوں میں
عاشق زار کیلئے سن لو ∴ خامشی کہتی ہو رہا ہوں میں

اقبال
کانپ اٹھتا ہوں ذکر مرہم پر ∴ وہ دل درد آشنا ہوں میں

حامد
جسے برہ کے گا اور لذت درد ∴ زخم خوردہ وہی دوا ہوں میں

اقبال
بیچ کے جن جن کی باغ الفت کو ∴ آشیانہ بنا رہا ہوں میں

حامد
باغ الفت کا وہ شجر ہوں میں
آشیانہ بنا کھڑا ہوں میں

اقبال
گل پژمردہ چمن ہوں مگر ∴ رونق خانۂ صبا ہوں میں

حامد
مجھ سے رونق ہو باغ احمد کی ∴ گل کھلے جس سے وہ صبا ہوں میں

اقبال
کارواں سے نکل گیا آگے ∴ مثل آوازۂ درا ہوں میں

حامد
کارواں سے جدا ہو جو راہرو ∴ اسکو رہ پر پکارتا ہوں میں
ہو دل پُرشکوں کو دعا کی خبر ∴ دے۔ وہ آوازۂ درا ہوں میں

اقبال
دست واعظ سے تو بچے نماز ∴ کس ادا سے قضا ہوا ہوں میں

حامد
جس ادا سے ہو قضا نماز ∴ ہاں سکھاتا وہی ادا ہوں میں

اقبال
مجھ سے بیزار ہے دل زاہد ∴ دیدۂ حور کی حیا ہوں میں

حامد
دیدۂ حور کی حیا ایمان ∴ اسی مومن بنا رہا ہوں میں

اقبال
ہو زباں مائل ترانۂ شوق ∴ سننے والے کو دیکھتا ہوں میں

حامد
طور کا وہ ترانۂ ازلی ∴ قادیاں میں سنا رہا ہوں میں

اقبال
مینے ماناکہ بے عمل ہوں مگر ∴ رمز وحدت سے آشنا ہوں میں

حامد
بے عمل قول لا یعنی ہے ∴ با عمل ہو کے کہہ رہا ہوں میں
تیر مولا کے ہیں نشاں ہیں ∴ فضل مولا کی اک ندا ہوں میں
مجھکو نسبت ہے ذات احمد سے ∴ سر وحدت سکھا رہا ہوں میں
مجھکو بخشا گیا ہو صدق تمیل ∴ وہ بلا کے تو بولتا ہوں میں

اقبال
سب کو کامرم ہو ورنہ ∴ کیا برا شوق ادا کیا ہوں میں

حامد
واقعی ہے اصل اس اکرم ∴ آ میری پاس دیکھ کیا ہوں میں

اقبال
میں کسی کو برا کہوں توبہ ∴ ساری دنیا کا خود برا ہوں میں

حامد
ایسی رندانہ توبہ سے حاصل ∴ ویسے انداز جانتا ہوں میں
ہر کسی شعر فہم سے یہ غلط ∴ قول زور اسکو جانتا ہوں میں
سچ یہ کہہ پیٹی قلم ہم پر حرفی ∴ اس یقین سے بھرا ہوا ہوں میں
گذر متقی ہی خوف کا یہ مقام ∴ جیسے اسوقت تم اشنا ہو نہیں
بے شعوری کی زندگی غافل ∴ باشعوری میں یکتا ہوں میں

اقبال
جام ٹوٹا ہوا ہوں میں لیکن ∴ دوست حق سے پُر ہوا ہوں میں

حامد

آپ انکو سمجھے ڈوبے ہیں جو انکو ہر وقت تاڑتا ہوں میں
ٹوٹ جاتا ہے شیشہ اگر یہ جام ٭ یہ دو عاشق ہیں جو لگتا ہوا ہوں میں
حور کے آگے یہ جو بھلا حق کی ٭ جام ہیں پھر پیالہ رہا ہوں میں

اقبال

یک دانے پہ ہے نظر تیری ٭ اور خرمن کو دیکھتا ہوں میں

حامد

ہے میرے پاس دانہ ایماں ٭ ہر زمیں میں لگا رہا ہوں میں
اسی دانے سے دیکھ اتا دل ٭ کتنے خرمن بنا رہا ہوں میں

اقبال

تو جدائی پہ جان دیتا ہے ٭ وصل کی راہ سوچتا ہوں میں

حامد

یار سے وصل جب ہو جاتا ہے ٭ راہ سیدھی نکالتا ہوں میں
میں ہوں غیر سے جدا کیونکہ ٭ یار کا وصل چاہتا ہوں میں

اقبال

بہا نہ ہو نہیں بگاڑ جس سے ٭ اس عبادت کو کیا سمجھتا ہوں میں

حامد

جس عبادت میں ہو کفر غیر ٭ اس عبادت کو کیا سمجھتا ہوں میں
بہا نہ چھوڑ یہ جو الف نہیں کب تلک ٭ راست نہ بتا ہوں میں
میں تو ہوں گل زار کا بلبل ٭ الله عشق بگا رہا ہوں میں

اقبال

بت پرستی تو ایک مذہب ہے ٭ کفر غفلت کو جانتا ہوں میں

حامد

کفر غفلت ہے مجھکو کیا نسبت ٭ تیری غفلت کو جانتا ہوں میں
یار مذہب تو حق پرستی ہے ٭ بت پرستی سے بھاگتا ہوں میں
میرا کعبہ بتوں سے صاف کیا ٭ ماحیِ شرک پہ فدا ہوں میں

اقبال

مرگ اغیار پہ خوشی ہے تجھے ٭ اور آنسو بہا رہا ہوں میں
جبکہ رونے پہ ہنس رہا ہے تو ٭ تیرے ہنسنے پہ رو رہا ہوں میں

حامد

مرگ اغیار یار کے ہے لئے ٭٭
یار جاہے تو کیوں رنج چاہوں میں
تجھ سے جاتی رہی ہے غیرت دین
تجھ پہ آنسو بہا رہا ہوں میں
کفر کی موت پر قلق ہو تجھے
اعجب اس پہ ہنس رہا ہوں میں

(باقی آئندہ)

مکرمی ایڈیٹر صاحب الحکم! السلام علیکم۔
هدیہ ثاقب آپکے اخبار کے ناظرین کی نذر ہے اخبار گوہر بار میں درج فرمائیے۔ اس میں کشتی نوح کی تعلیم کو نظم کیا ہے۔ حتی الوسع کوشش کی گئی ہے کہ حضرت امام علیہ السلام کے الفاظ ہی بندش میں لئے جائیں۔ بالتدریج نظم ہوتی رہے گی امید ہے کہ آپ چھاپتے رہیں گے۔

(محمد نواب خاں ثاقب ملیر کوٹلوی)

هدیہ ثاقب

بندگان ملت سلام علیکم
سلام علیکم و قلبی لدیکم
جہاں میں گناہوں کا اٹھا جو طوفان
ہوا غیب سے ایک کشتی کا سامان
وہ طوفان کیا تھا عذاب خدا تھا
وہ طاعون تھا اور عقاب خدا تھا
تنور زمیں جوش سے تھا ابلتا
جو پھرتا تھا پانی زمیں پر اچھلتا
کہ اتنے میں اک ناخدا نے ندا دی
کہ آؤ خدا نے یہ کشتی بنا دی
وہ نوح نبی بنکے آیا خدا سے
سلامت کا مژدہ وہ لایا خدا سے
بروز محمد مثیل مسیحا
مقدر تھی جسپر شکست چلیپا
وہ احمد جو احمد کا پیغام لائے
ہم اسپہ ہیں ایمان دل سے لائے
محمد سے انکو محبت ہو ایسی
کہ باہم میں ہر رنگ وحدت ہو ایسی
خلاف اسکی جس نے کہ کچھ بھی کہا ہے
تنے پر جو ہے اک وہ شاخ بریدہ
اٹھا وہ جو ہے خدا کا دیا ہے
زمین سلامت کے والا مال اگر
سعیدوں کو کشتی پہ چڑھا کر چھوڑا
کنارہ سلامت پہ پہونچا کے چھوڑا
تھی وہ کشتی نوح تعلیم احمد
ہوں ماں باپ قربان فدائے محمد
جو دی اس مسیحا نے تعلیم ہمکو
ہے یہ جان و دل سے وہ تسلیم ہمکو
یہی دل میں آئی اسے نظم کردوں
یہ سلک گہر ہے یہ نظم کردوں

یہ گو ہر گرچہ ثاقب کی منظوم ہے یہ
یہ تعلیم احمد کا مفہوم ہے یہ

منظوم الکلام الفصیح فی تعلیم المسیح

تمہارا زباں سے یہ اقرار بیعت
ہے لاشے نہ جبتک اسے دلکی رغبت
جو ہے میری تعلیم پہ رہے عامل
تجھے وہ سے ہو میرے گھر میں داخل
وہ گھر جسکا وعدہ خدا نے دیا ہے
حفاظت کا تم سبکی ذمہ لیا ہے
جو اس وعدہ کی چار دیوار میں ہے
بہار خزاں ہام فی الدار میں ہے
نہ سمجھو یہی لوگ میں گھر کے اندر
ہے جنہیں خشت و خاک کا گھر
نہیں بلکہ وہ لوگ ہی دار میں ہیں
مری پیروی کی جو تیار ہیں ہیں
وہ گھر حقیقت میں روحانیت ہے
ہوا جسمیں تقوی کی جو صفت ہے
وہ میں چند باتیں مری پیروی کی
وہ ہیں پیروی کی بنائے زندگی کی
بڑی بات یہ ہے جو بالا بتا ہے
یقینا یہ جانو کہ واحد خدا ہے
وہ قیوم ہے جس سے قائم جہاں ہے
وہ ہاں ذرہ ہر اک خالق جسم و جان ہے
نہ بدلے نہ بدلیں ازل ہو وہ ابد تک
نہیں وہ فنا کو صفات احد تک
نہ خود ہو پسر اور نہ کسی کا پسر ہے
بھلا اسکے جیسا نہ کسی کا سر ہے
رہ زندہ ہی سولی پہ چڑھا کر مر گیا
وہ رو رو کے فریاد خدا کو سمجھ کیا
وہ ہے واحد اسے نزدیک تر ہے
تمہیں ذرہ ذرہ پہ یکساں نظر ہے
رگ جاں کے قریب اک ذرہ ہے وہ
پر اتنا کہ ہو سکا ہے ساتھ ہے وہ

(باقی آئندہ)

۲۸ر دسمبر سنہ ۱۹۰۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

اِنَّہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃَ

الحکم

چہ گویم با تو گر آئی بہ دارِ قادیاں بینی

دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

نمبر اول | ۱۰ شوال المکرم ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۰ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء روز شنبہ | جلد ہفتم

ابتدائی اور انٹروڈکٹری باتیں

ناظرین الحکم کو نیا سال اور عید مبارک ہو

۱۹۰۲ء اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے عنوان سے ہمارا سالانہ آرٹیکل الحکم کی اگلی اشاعت سے انشاء اللہ شائع ہوگا معمول کے موافق اُمید کیجاتی ہے کہ ناظرین الحکم کی تسلی اور دلچسپی کا موجب ہوگا کیونکہ وہ آرٹیکل گویا سلسلہ عالیہ کی سالانہ رپورٹ کا قائمقام ہوتا ہے۔

گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی۔ ہر آنے والی ساعت سے آتی ہے مگر اس کی مقصود کی نفس کے لیے بعض دفعہ تسلی کا کام دیجاتی ہے لیکن جب ان ساعتوں کے مجموعہ دن اور دنوں کے مجموعہ ہفتہ مہینہ اور پھر سال کا خاتمہ ہوتا ہے تب یہ احساس ہر دل میں ضرور ہوتا ہے کہ عمر کا بہت بڑا حصہ گذر گیا ہے لاتبدیل اور لاتحول قانون قدرت کیموافق ایک سال ہماری عمر سے اور کم ہوگیا بلکہ آج نئے سال میں بھی دس دن گذر گئے۔ مبارک وہ جنہوں نے سال بھر اپنے اعمال کا محاسبہ کرکے اسکو جانچ لیا اور قدرت کی بے بہا اور وقت کی قدر کرکے پوری فتح پائی۔ اگر ہم نے گذشتہ سال میں ایسا نہیں کیا تو آئیندہ سال ہی میں دور اندیشی سے کام لیں اور گذشتہ ہیولے سال سے سبق احتیاط و حزم سیکھیں۔

فطرتاً انسان نئے سال کے آغاز میں بہت سی اُمیدیں اور ارادے دل میں پیدا کر لیتا ہے خدا کرے کہ ہمارے ارادے اور خواہشیں اللہ تعالیٰ کے جلال و جبروت کو اظہار اور اسلام کی نصرت و حمایت اور قرآن کی عظمت و شوکت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و رفعت اور آپ کے بروز مسیح موعود علیہ السلام کے پاک نام کی تبلیغ و اشاعت پر مبنی ہوں اور ان کے ساتھ ہی اپنی تبدیلی کا رنگ لیے ہوئے ہوں۔ آمین

ہدیہ عید

سال کے سرخوشت اور بہارش پیدا است

حضرۃ حجۃ اللہ علی الارض مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عید کی مبارک صبح کو جو الہام بطور عیدی سنایا اور اسکے متعلق جو اشتہار شائع کیا گیا ہے اُسے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ وھو ھذا

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی

وحی الٰہی کی ایک پیشگوئی جو پیش از وقت شائع کی جاتی ہے

چاہیئے کہ ہر ایک شخص اسکو خوب یاد رکھے

اول ایک خفیف خواب میں جو کشف کے رنگ میں تھا مجھے دکھایا گیا کہ میں نے ایک لباس فاخرہ پہنا ہوا ہے اور چہرہ چمک رہا ہے پھر وہ کشفی حالت وحی الٰہی کی طرف منتقل ہو گئی چنانچہ وہ تمام فقرات وحی الٰہی کے جو بعض اس کشف سے پہلے اور بعض بعد میں تھے ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

یُبْدِیْ لَکَ الرَّحْمٰنُ شَیْئًا ۝ اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ ۝ بِشَارَۃٌ تَلَقَّاھَا النَّبِیُّوْنَ ۝

ترجمہ۔ خدا جو رحمٰن ہے تیری سچائی ظاہر کرنے کیلئے کچھ ظہور میں لائیگا خدا کا امر آرہا ہے تم جلدی نکرو یہ ایک خوشخبری ہے جو نبیوں کو دیجاتی ہے۔

صبح ۵ بجے کا وقت تھا یکم جنوری ۱۹۰۳ء و یکم شوال ۱۳۲۰ھ روز عید جب میرے خدا نے مجھے یہ خوشخبری دی اس سے پہلے ۵ دسمبر ۱۹۰۲ء کو خدا تعالیٰ کیطرف سے ایک اور وحی ہوئی تھی جو میری طرف سے حکایت تھی اور وہ یہ ہے اِنِّیْ صَادِقٌ صَادِقٌ وَ سَیَشْہَدُ اللّٰہُ لِیْ ترجمہ میں صادق ہوں صادق ہوں عنقریب خدا تعالیٰ میری گواہی دیگا۔ یہ پیشگوئیاں با واز بلند پکار رہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کیطرف سے کوئی ایسا امر میری تائید میں ظاہر ہونیوالا ہے جس سے میری سچائی ظاہر ہوگی الخ

دربار شام

یکم جنوری ۱۹۰۳ء

حضرۃ **مسیح موعود** علیہ الصلوۃ والسلام معمول کے موافق مغرب کی نماز ادا کر کے جب اجلاس فرما ہوئے تو سب سے پہلے چند آدمیوں نے بیعت کی۔ بعد بیعت جناب **ابو سعید صاحب عرب** اپنے حالات کے متعلق کچھ عرض کرتے رہے اور اپنے خواب وغیرہ سناتے رہے۔ جنمیں انکو انکی حالت کے تغیرات بصورۃ ترقی دکھلائے گئے تھے۔ اسی سلسلہ خواب میں ایک شخص نے اللہ تعالے کا تمثل بصورۃ حضرۃ مسیح موعود دیکھنا بیان کیا۔ اس پر حضرۃ **حجۃ اللہ نے فرمایا** کہ اللہ تعالی کے تمثلات ہوتے ہیں سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے کہ جیسے اللہ تعالے کو اپنی ماں کی شکل میں دیکھا اور جیسے ایک بار اپنے باپ کی شکل میں دیکھا اصل یہی ہے کہ یہ تمثلات ہوتے ہیں۔

یُبْدِی اللّٰہُ اَمْرَ شَیْئًا آج صبح جو الہام ہوا تھا۔ اس کے متعلق فرمایا کہ شے سے مراد کوئی عظیم الشان بات ہے اس کی عظمۃ کیلئے ہی اللہ تعالے نے اسکو پوشیدہ رکھا ہے کیونکہ چھپانے میں ایک عظمۃ ہوتی ہے جیسے جنت کے انعامات کے لیے فرمایا ہے

فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین

کھانے پر جیسے دستر خوان ہوتا ہے اسکے چھپانے میں بھی ایک عظمۃ ہی مقصود ہوتی ہے۔ غرض یہ چھوٹی سی بات نہیں ہے۔

اصلاح کا ذریعہ نصائح یا نشان ہماری جماعت کی اصلاح نصائح سے نہیں بلکہ نشانوں سے ہوگی کیونکہ انسان کے اندر جو دہریت ہوتی ہے وہ دور نہیں ہو سکتی جب تک نشانات نہ دیکھے۔ کیونکہ نصائح کا اثر معمولی طریق پر آتی ہوتا ہے لیکن خدا کے نشانات اپنا گہرا اور دیرپا اثر کرتے ہیں اور خدا شناسی کا ذریعہ بجز اس کے نہیں اسی لیے کہتے ہیں کہ خدارا بخدا باید شناخت یہ سچی بات ہے کہ خدا اپنا پتہ آپ دیتا ہے جس چیز کو انسان پہچانتا ہے اور اسکی معرفۃ اور علم اسے ہوتا ہے اس سے متاثر ہو جاتا ہے دیکھو انسان دریا کو جوش و خروش میں دیکھے یا آگ کو شعلہ زن دیکھے یا صاعقہ اور سانپ کو دیکھے تو کبھی بھی ہر گز آپ کو ان میں نہیں ڈالے گا کیونکہ جانتا ہے کہ اسکا نتیجہ مضر ہوگا۔ یعنی موت ہوگی۔ پس ایکطرف جو **اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ** کہتا ہو پھر کیا وجہ ہے کہ وہی کرتوتیں کرتا رہتا ہے جنمیں دلیری اور بیباکی پائی جاتی ہے اس لیے میں نہیں مان سکتا کہ اللہ پر ایمان رکھکر پھر انسان گناہ کیطرف دوڑے۔ خدا کی معرفۃ اور شناخت پہلا مرحلہ ہے تھوڑے دن ہوئے مجھے الہام ہوا تھا **اِنِّیْ اَنَا الصَّاعِقَۃُ**

ابو سعید عرب صاحب نے عرض کیا کہ میں حیران ہوتا تھا کہ نماز کے لیے تو یہ آیا ہے کہ **اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْہٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ** مگر نمازیں پڑھنے والے ان باتوں سے نہیں رکتے حضرۃ اقدس نے **فرمایا** نماز نماز بھی ہو۔ پہلے ایمان شرط ہے جس کا ایمان قوی ہو اسکو نماز کی بھی لذۃ آئے گی۔ اور پھر وہ اسمیں ایسا خط اٹھائے گا کہ دنیا کی شان و شوکت دیکھکر بھی متاثر نہ ہوگا اور دولتمند انسان اسکے سامنے کسی حسرت کا باعث نہ ہوں گے بلکہ وہ مرے ہوئے کیڑے کے برابر انکو سمجھے گا پہلی بات خدا کی معرفۃ ہے جو کچھ تو خدا کے فضل سے آتی ہے اور کچھ انسان کی اپنی حرکت ہے

رحمٰن و رحیم اللہ تعالے کے دو نام ہیں ایک رحمٰن دوسرا رحیم۔ رحمٰن تو یہی ہے کہ فطرۃ عمدہ اور مناسب حال اہل اللہ کے عطا کرتا ہے اور رحیم یہ کہ جب یہ خدا تعالی کے عطا کردہ قوٹی سے کام لے تو اسپر نیک نتائج مترتب کر دیتا ہے۔ رحیمیت کے نیچے اگر کوشش کرنا اسکا فرض ہو جاتا ہے اس لیے فرمایا وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا۔

دعا کی حقیقۃ پنجاب میں ایک مثل ہے جو منگے سو مر رہے مرے سو منگن جا مانگنے سے مراد دعا ہے۔ دعا کی حقیقۃ یہی ہے کہ اس میں سوز و گداز اور رقت پیدا ہو جب اس حالت اور رنگ پر دعا پہنچتی ہے تو وہ قبول ہو جاتی ہے۔ ایسی حالۃ کی نسبت قرآن شریف میں آیا ہے امن یجیب المضطر اذا دعاہ یونہی کہہ دینا کوئی چیز نہیں سخت نادانی اور حماقۃ ہے لوگوں نے اس کا تجربہ نہیں کیا یہ سچ ہے کہ دعا سے پہلے ایک موت آتی ہے اس موت کے بعد پھر نئی زندگی دعا کے ذریعہ عطا کیجاتی ہے جس شخص کو پیاس لگی ہوئی ہو کیا وہ ایک قطرے سے پیاس بجھا سکتا ہے اسکو تو پیالہ بھر کر پانی پینا چاہئے تب اس کی پیاس بجھے گی۔ اسیطرح دعا میں پوری رقت اور گدازش کی حالت پیدا ہو اور نقطہ مقررہ تک پہونچے تو اسکو قبولیت کی عزت ملے۔

دعا اصل یہی کیفیت کا نام ہے کہ جب روح نہایت عاجزی اور تضرع کے ساتھ آستانہ الوہیت پر گرتی ہے اسوقت سنت اللہ یہی ہے کہ یا تو اسکو قبول کرتا ہے اور یا اگر دعا کرنے والے کے مصالح کے لحاظ سے اسکا قبول کرنا مناسب ہو تو اللہ تعالے اسکا جواب دیتا ہے۔

عرب۔ کیا براہ راست جواب دیتا ہے یا فرشتوں کے ذریعہ۔

حضرۃ۔ مکالمات الٰہیہ میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالے اپنے بندہ کی زبان پر ایک کلام جاری کرتا ہے اسوقت وہ بندہ کالمیت ہوتا ہے اور وہ کلام روزمرہ میخ فولادی کیطرح دل میں گڑ جاتا ہے اور اسکے ساتھ برکات اور انوار ہوتے ہیں جس سے صاف سمجھ میں آ جاتا ہے کہ وہ خدا کیطرف سے ہے خدا نے اسکا نام وحی رکھا اور مجازاً الہام بھی کہتے ہیں۔

میرا مذہب تو یہ ہے کہ جبتک انسان ایسا نہ ہو اور بیہودہ لوگوں کی صحبت میں نہ رہے اسکا ایمان مردہ اور کشمکش میں ہے کبھی مسلمان ہوتا ہے اور کبھی کافر۔

عرب۔ میں جو نماز پڑھتا ہوں تو دل میں یہی خیال رہتا ہے کہ جلد نماز سے باہر ہو جاؤں

حضرۃ۔ نماز کو تدبر سے پڑھو اور خدا کے کلام اور ادعیہ ماثورہ کے سوا اپنی زبان میں بھی دعائیں مانگو اور دل کی گدازش سے اسبات کو غنیمت سمجھو کہ یہ موقع ملا ہے۔ (باقی آئندہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ و نصلے علی رسولہ الکریم

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

اِنَّہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃَ

الحکم

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدیؐ

نمبر اول | ۱۰ شوال المکرم سنہ ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۰ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء روز شنبہ | جلد ہفتم

ابتدائی اور انٹروڈکٹری باتیں

ناظرین الحکم کو نیا سال اور عید مبارک ہو

سنہ ۱۹۰۲ء اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے عنوان سے ہمارا سالانہ آرٹکل الحکم کی اگلی اشاعت سے، انشاء اللہ شائع ہوگا معمول کے موافق امید کیجاتی ہے کہ ناظرین الحکم کی دلچسپی اور دیا[؟]کا موجب ہوگا کیونکہ وہ آرٹکل گویا سلسلہ عالیہ کی سالانہ رپورٹ کا قائمقام ہوتا ہے۔

گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی۔ صلہ ہر گذرنے والی ساعت سے آتی ہے مگر اسکی مقدور کی نفس کے لیے طفل تسلی کا کام دیجاتی ہے لیکن جب ان ساعتوں کے مجموعی دن اور دنوں کے مجموعہ ہفتہ اور مہینہ اور پھر سال کا خاتمہ ہوتا ہے تب یہ احساس ہر دل میں ضرور ہوتا ہے کہ عمر کا بہت بڑا حصہ گذر گیا اس لاتبدیل اور لاتحویل قانون قدرۃ کیموافق ایک سال ہماری عمر سے اور کم ہو گیا بلکہ آج نئے سال میں بھی دس دن گذر گئے + مبارک وہ جنھوں نے سال بھر اپنے اعمال کا محاسبہ کرکے اسکو جانے ندیا بلکہ قدرۃ کی اس صدا کی کہ وقت کی قدر کرو پوری قدر کی + اگر ہم نے گذشتہ سال میں ایسا نہیں کیا تو آنیوالے سال ہی میں تو احتیاط سے کام لیں اور گذرنیوالے سال سے سبق احتیاط و حزم سیکھیں۔

فطرتاً انسان نئے سال کے آغاز میں بہت سی امیدیں اور ارادے دل میں پیدا کر لیتا ہے خدا کرے کہ ہمارے ارادے اور خواہشیں اللہ تعالیٰ کے جلال و جبروت کی اظہار اور اسلام کی نصرۃ و حمایت اور قرآن کی عظمت و شوکت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزۃ و رفعت اور آپ کے بروز مسیح موعود علیہ السلام کے پاک نام کی تبلیغ و اشاعت پر مبنی ہوں اور ان کے ساتھ ہی اپنی تبدیلی کا رنگ لیے ہوئے ہوں۔ آمین

ہدیہ عید

سال گذشت از بہارش پیداست

حضرۃ حجۃ اللہ علی الارض مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عید کی مبارک صبح کو جو الہام بطور ہدیہ عید سنایا اور اسکے متعلق جو اشتہار شائع کیا گیا ہے اُسے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ وھو ھذا

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی

وحی الٰہی کی ایک پیشگوئی جو پیش از وقت شائع کی جاتی ہے

چاہیے کہ ہر ایک شخص اسکو خوب یاد رکھے

اول ایک خفیف خواب میں جو کشف کے رنگ میں تھا مجھے دکھایا گیا کہ میں نے ایک لباس فاخرہ پہنا ہوا ہے اور چہرہ چمک رہا ہے پھر وہ کشفی حالت وحی الٰہی کیطرف منتقل ہو گئی چنانچہ وہ تمام فقرات وحی الٰہی کے جو بعض اس کشف سے پہلے اور بعض بعد میں تھے ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

* یُبْدِیْ لَکَ الرَّحْمٰنُ شَیْئًا ○ اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ ○ بِشَارَۃٌ تَلَقَّاھَا النَّبِیُّوْنَ ○

ترجمہ خدا جو رحمٰن ہے تیری سچائی ظاہر کرنیکے لیے کچھ ظہور میں لائیگا خدا کا امر آ رہا ہے تم جلدی نکرو۔ یہ ایک خوشخبری ہے جو نبیوں کو دیجاتی ہے۔

صبح ۵ بجے کا وقت تھا یکم جنوری سنہ ۱۹۰۳ء و یکم شوال سنہ ۱۳۲۰ھ روز عید جب میرے خدا نے مجھے یہ خوشخبری دی۔

اس سے پہلے ۲۵ دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء کو خدا تعالیٰ کیطرف سے ایک اور وحی ہوئی تھی جو میری طرف سے حکایۃ تھی اور وہ یہ ہے اِنِّیْ صَادِقٌ صَادِقٌ وَ سَیَشْھَدُ اللّٰہُ لِیْ ترجمہ میں صادق ہوں صادق ہوں عنقریب خدا تعالیٰ میری گواہی دیگا۔ یہ پیشگوئیاں با آواز بلند پکار رہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کیطرف سے کوئی ایسا امر میری تائید میں ظاہر ہونیوالا ہے جس سے میری سچائی ظاہر ہوگی الخ

دربارِ شام

یکم جنوری سنہ۱۹۰۳ء

حضرۃ **مسیح موعود** علیہ الصلوٰۃ والسلام معمول کے موافق مغرب کی نماز ادا کر کے جب اجلاس فرما ہوئے تو سب سے پہلے چند آدمیوں نے بیعت کی۔ بعد بیعت جناب **ابو سعید صاحب عرب** اپنے حالات کے متعلق کچھ عرض کرتے رہے اور اپنے خواب وغیرہ سناتے رہے۔ جسمیں انکو انکی حالۃ کے تغیرات یعنی روزہ ترقی دکھائے گئے تھے۔ اسی سلسلہ خواب میں ایک شخص نے اللہ تعالےٰ کا تمثل بصورۃ حضرۃ مسیح موعود دیکھنا بیان کیا۔ اسپر

حضرۃ **حجۃ اللہ نے فرمایا** کہ اللہ تعالیٰ کے تمثلات ہوتے ہیں سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے کہ میں نے اللہ تعالےٰ کو اپنی ماں کی شکل میں دیکھا اور میں نے ایک بار اپنے باپ کی شکل میں دیکھا اصل یہی ہے کہ یہ تمثلات ہوتے ہیں۔

یبدی لک الرحمٰن شیئاً

آج صبح جو الہام ہوا تھا۔ اس کے متعلق فرمایا کہ شے سے مراد کوئی عظیم الشان بات ہے اس کی عظمۃ کیلئے ہی اللہ تعالےٰ نے اسکو پوشیدہ رکھا ہے کیونکہ چھپانے میں ایک عظمۃ ہوتی ہے جیسے جنت کے انعامات کے لیے فرمایا ہے

فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین

کھانے پر جیسے دسترخوان ہوتا ہے اُسکے چھپانے میں بھی ایک عظمۃ ہی مقصود ہوتی ہے۔ غرض یہ چھوٹی سی بات نہیں ہے۔

اصلاح کا ذریعہ نصائح یا نشان

ہماری جماعت کی اصلاح نصائح سے نہیں بلکہ نشانوں سے ہوگی کیونکہ انسان کے اندر جو دہریت ہوتی ہے وہ دور نہیں ہو سکتی جب تک نشانات نہ دیکھے۔ کیونکہ نصائح کا اثر معمولی طریق پر آتی ہوتا ہے لیکن خدا کے نشانات اپنا گہرا اور دیرپا اثر کرتے ہیں اور خدا شناسی کا ذریعہ بجز اس کے نہیں اسی لیے کہتے ہیں کہ خدارا بخدا باید شناخت یہ سچی بات ہے کہ خدا اپنا پتہ آپ دیتا ہے جس چیز کو انسان پہچانتا ہے اور اسکی معرفت اور علم اسے ہوتا ہے اس سے متاثر ہو جاتا ہے دیکھو انسان دریا کو جوش و خروش میں دیکھے یا آگ کو شعلہ زن دیکھے یا صاعقہ اور سانپ کو دیکھے تو کبھی بھی اپنے آپ کو ان میں نہیں ڈالے گا کیونکہ جانتا ہے کہ اسکا نتیجہ مضر ہوگا۔ یعنی موت ہوگی۔ پس ایکطرف جو **اٰمنتُ باللّٰہِ** کہتا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ وہی کرتوتیں کرتا رہتا ہے جنمیں دلیری اور بیباکی پائی جاتی ہے اس لیے میں نہیں مان سکتا کہ اللہ پر ایمان رکھکر پھر انسان گناہ کیطرف دوڑے۔ خدا کی معرفۃ اور شناخت پہلا مرحلہ ہے تھوڑے دن ہوئے مجھے الہام ہوا تھا **اِنّی انا الصّاعقۃ**

ابو سعید عرب صاحب نے عرض کیا کہ میں حیران ہوتا تھا کہ نماز کے لیے تو یہ آیا ہے کہ **اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ** مگر نماز پڑھنے والے ان باتوں سے نہیں رُکتے حضرۃ اقدس نے

فرمایا نماز نماز بھی ہو۔ پہلے ایمان شرط ہے جس کا ایمان قوی ہو اسکو نماز کی بھی لذۃ آئے گی۔ اور پھر وہ اسمیں ایسا حظ اُٹھائے گا کہ دنیا کی شان و شوکت دیکھکر بھی متاثر نہ ہوگا اور دولتمند انسان اسکے سامنے کسی حسرت کا باعث نہ ہوں گے بلکہ وہ مرے ہوئے کیڑے کے برابر انکو سمجھے گا پہلی بات خدا کی معرفۃ ہے جو کچھ تو خدا کے فضل سے آتی ہے اور کچھ انسان کی اپنی حرکۃ سے

رحمٰن و رحیم

اللہ تعالےٰ کے دو نام ہیں ایک رحمٰن دوسرا رحیم۔ رحمٰن تو یہی ہے کہ فطرۃ عمدہ اور مناسب حال اہل اللہ کے عطا کرتا ہے اور رحیم یہ کہ جب یہ خدا تعالیٰ کے عطا کردہ قویٰ سے کام لے تو اسپر نیک نتایج مترتب کر دیتا ہے۔ رحیمیت کے نیچے آکر کوشش کرنا اسکا فرض ہو جاتا ہے

اس لیے فرمایا **وَ الَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا**۔

دعا کی حقیقۃ

پنجاب میں ایک مثل ہے ~~منگے سو مر رہے مرے سو منگن جا~~ مانگنے سے مراد دعا ہے۔ دعا کی حقیقۃ یہی ہے کہ اس میں سوز و گداز اور رقت پیدا ہو جب یہ حالت اور رقت پر دعا پہنچتی ہے تو وہ قبول ہوتی ہے۔ ایسی حالۃ کی نسبت قرآن شریف میں آیا ہے **اَمَّن یُّجیبُ المضطرّ اذا دعاہ** یونہی کہدینا کہ دعا کوئی چیز نہیں سخت نادانی اور حماقۃ ہے لوگوں نے دعا کا تجربہ نہیں کیا یہ سچ ہے کہ دعا سے پہلی ایک موت آتی ہے اس موت کے بعد پھر نئی زندگی دعا کے ذریعہ عطا کیجاتی ہے جس شخص کو پیاس لگی ہوئی ہو کیا وہ ایک قطرہ سے پیاس بجھا سکتا ہے اسکو تو پیالہ بھر کر پانی پینا چاہیے تب اس کی پیاس بجھے گی۔ اسیطرح دعا میں پوری رقت اور گدازش کی حالۃ پیدا ہو اور نقطہ مقررہ تک پہونچے تو اسکو قبولیت کی عزت ملے۔

دعا در اصل اسی کیفیت کا نام ہے کہ جب روح نہایت عاجزی اور تضرع کے ساتھ آستانہ الوہیت پر گرتی ہے اسوقت سنۃ اللہ یہی ہے کہ یا تو اسکو قبول کرتا ہے اور اگر دعا کرنے والے کے مصالح کے لحاظ سے اسکا قبول کرنا نامناسب ہو تو اللہ تعالےٰ اسکا جواب دیتا ہے۔

عرب۔ کیا براہ راست جواب دیتا ہے یا فرشتوں کے ذریعہ۔

حضرۃ مکالمات الٰہیہ میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی زبان پر ایک کلام جاری کرتا ہے اُسوقت وہ بندہ کالمیت ہوتا ہے اور وہ کلام روز میخ فولادی کیطرح دل میں گڑ جاتا ہے اور اسکے ساتھ برکات اور انوار ہوتے ہیں جس سے صاف سمجھ میں آجاتا ہے کہ وہ خدا کیطرف سے ہے خدا نے اُسکا نام وحی رکھا ہے اور مجازاً الہام بھی کہدیتے ہیں۔

میرا مذہب تو یہ ہے کہ جبتک انسان ایسا نہو یا کم از کم سچی صحبت میں نہ رہے اسکا ایمان مردہ اور کشمکش میں ہے کبھی مسلمان ہوتا ہے اور کبھی کافر۔

عرب۔ میں جو نماز پڑھتا ہوں تو دل میں یہی خیال رہتا ہے کہ جلد نماز سے باہر ہو جاؤں

حضرۃ۔ نماز کو تدبر سے پڑھو اور خدا کے کلام اور ادعیہ ماثورہ کے سوا اپنی زبان میں بھی دعائیں مانگو اور دل کی گدازش سے اسبات کو غنیمت سمجھو کہ یہ موقع ملا ہے۔ (باقی آئندہ)